لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا، وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا، وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ (النحل ۱۷۹)

قہر ربانی بر فتنۂ شیطانی

اس کتاب میں علاقہ داسپاڑا ضلع اتر دیناجپور بنگال کی ایک نام نہاد تنظیم اتحاد العلماء (وہابی) کی طرف سے اہلسنت پر کیئے گئے بیس فتنہ پرور اور گمراہ کن اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

مصنّف

خلیفہ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری
پرنسپل جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم، کربلا روڈ کالپی شریف ضلع جالون یوپی

ناشر

حضرت مولانا الیاس اشرفی دار المطالعہ
رضا منزل کنٹھی گچھ نیچا کھالی، پوسٹ داسپاڑا، ضلع اتر دیناجپور۔ موبائل نمبر: 9564767751

تقسیم کار

اعلیٰ حضرت لائبریری مقام و پوسٹ دیگا بناہاٹ، تھانہ چوپڑا،
ضلع اتر دیناجپور بنگال، 733207
موبائل نمبر: 9735968353

نام کتاب : قہر ربانی برفتنۂ شیطانی

مصنف : خلیفہ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری۔
شیخ الحدیث جامعہ اہلسنّت ضیاء العلوم کربلا روڈ، کالپی شریف، ضلع جالون یوپی

سن اشاعت : دسمبر ۲۰۱۸ء

کمپوزنگ : رضوی کمپوزرس۔

طباعت : نور پرنٹر، لکھنؤ۔ موبائل:9336628735

پروف ریڈنگ : مولانا منصور عالم رضوی و مولانا انصار رضا رضوی

صفحات : 104

تعداد : 500

قیمت : 100 روپیے

:ملنے کے پتے:

مفتی محمد شاعر رضا رضوی

استاذ جامعۃ الرضاء بریلی شریف۔ موبائل:8535070326

مولانا خلیبر عالم رضوی استاذ دارالعلوم ضیاء مصطفیٰ

فہیم آباد، کانپور۔ موبائل:9936430875

مولانا غلام معصوم رضوی

مینجر اعلیٰ حضرت لائبریری دیگابناہاٹ، اتر دیناجپور، بنگال۔ موبائل نمبر:9735968353

جامعہ اہلسنّت ضاء العلوم

کالپی شریف، ضلع جالون، یوپی۔ موبائل نمبر:8617008310

شرف اہتداء

میں اپنی اس کمزور کاوش کو امت محمدیہ کے جمیع اولیاء کرام وائمہ عظام بالخصوص

- سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ حضرت سیدنا **امام اعظم ابوحنیفہ**
- محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت سیدنا **شیخ محی الدین عبدالقادر** جیلانی
- خواجہ خواجگاں سلطان الہند حضرت سیدنا **شیخ معین الدین حسن چشتی** اجمیری
- غوث العالم محبوب یزدانی حضرت سیدنا **شیخ مخدوم اشرف** جہانگیر سمنانی
- غوث الواصلین حضرت سیدنا **شیخ مخدوم میر محمد ترمذی** کالپوی
- امام العاشقین سندالاولیاء حضرت سیدنا **شیخ میر احمد ترمذی** کالپوی
- قطب الاقطاب مخزن قادریت حضرت سیدنا **شیخ شاہ فضل اللہ** کالپوی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بارگاہ میں ہدیہ کرتا ہوں۔

شرف انتساب

- اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ سیدنا **امام احمد رضا خاں** قادری برکاتی بریلوی
- ہم شبیہ غوث اعظم ال رحمٰن حضور مفتی اعظم ہند الشاہ سیدنا **امام مصطفیٰ رضا خاں** قادری نوری بریلوی
- وارث علوم اعلیحضرت جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ بدر الطریقہ الحاج الشاہ مفتی **محمد اختر رضا خاں** قادری
- پدر بزرگوار بلبل بنگال حضرت مولانا **محمد الیاس اشرفی** قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کی بارگاہ عالیہ کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

منگتائے دیار سیدنا میر محمد کالپوی وفقیر بارگاہ حضور تاج الشریعہ

محمد احمد رضا قادری رضوی مصباحی دیناجپوری عفی عنہ

خادم الطلاب جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کربلا روڈ کالپی شریف

۱۸/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷/ نومبر ۲۰۱۸ء

کلمات تبریک

نازش علم وادب شمع بزم رضویت شہزادۂ اعلیٰ حضرت جانشین حضور تاج الشریعہ

حضرت علامہ الحاج مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری صاحب

دامت برکاتہم العالیہ مرکز اہلسنت بریلی شریف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زیر نظر کتاب ''قہر ربانی بر فتنۂ شیطانی'' یہ مولانا مفتی احمد رضا صاحب رضوی دیناچپوری کی تصنیف ہے جو دیوبندی وہابی خذلھم اللہ تعالیٰ کی طرف سے معمولات اہلسنت کے خلاف کئے گئے بیس سوالات کے مسکت جواب پر مشتمل ہے، فقیر نے بر بنائے عدیم الفرصتی چند صفحات کو چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا خوب سے خوب تر پایا۔ جوابات مستحکم دلائل سے مبرہن اور کتب معتمدہ کے حوالے سے مزین ہیں جسے دیکھ کر موصوف کا علمی مقام بخوب واضح ہو جائے گا، ان کی یہ سعی بلاشبہ لائق تحسین و قابل اعتماد ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت کے ساتھ مفید انام و مقبول عام اور بھولے بھٹکے لوگوں کے لئے مشعل راہ اور رہبر و رہنما بنائے، اور مولانا موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ مزید دینی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ و علیٰ اٰلہ و صحبہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم۔

دعا گو

فقیر محمد عسجد رضا خاں قادری غفرلہ

بریلی شریف

۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء

دعائیہ کلمات

گل گلزار قادریت شیر کالپی حضور غیاث ملت حضرت علامہ الشاہ سید میر محمد غیاث الدین احمد قادری ترمذی مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ محمدیہ کالپی شریف وخانقاہ ضیائیہ سلطانیہ چونرہ شریف جالون یوپی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب" قہر ربانی بر فتنۂ شیطانی" جو اہلسنت پر کئے گئے بیس اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب پر مشتمل ہے عزیز القدر حضرت مولانا مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری صدرالمدرسین جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کالپی شریف کی تصنیف ہے اور بہت خوب ہے خوشی کی بات ہے کہ کتاب کئی علمی و مستند شخصیات کی نظر سے گزر کر اب منظر عام پر آ رہی ہے مفتی صاحب کی یہ بہترین کاوش ہے جو اس راہ کے مسافروں کے لئے بہترین زاد راہ ثابت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کے صدقے اس کتاب کو اس کے طالبین وقارئین کے لئے نفع بخش بنائے اور مؤلف موصوف کو اجر جزیل سے نوازے نیز زیادہ سے زیادہ دین وسنیت کی خدمت کی توفیق بخشے۔

آمین ، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو: فقیر سید محمد غیاث الدین احمد قادری ترمذی عفی عنہ

سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ کالپی شریف خانقاہ ضیائیہ سلطانیہ چونرہ شریف

تقریظ جلیل

از: فقیہ النفس ، صدر بزم علم وادب ، بقیۃ السلف خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صالح قادری دام ظلہ النورانی شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں نے یہ پورا مضمون (یعنی مقالہ) دیکھ لیا۔ ماشاء اللہ صاحب تحریر کی اعلیٰ لیاقت وفضیلت کا مظہر ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور قوم کو فائدہ عطا فرمائے۔ اور مولانا موصوف کو قوم کی طرف سے بہتر سے بہتر جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔ بحرمت نبینا الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

محمد صالح غفرلہ جامعۃ الرضا بریلی شریف

تقریظ سعید

از: نمونۂ اسلاف خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند بشیر ملت

حضرت علامہ ومولانا مفتی **محمد بشیر الدین رضوی** صاحب دام ظلہ العالی

صدر المدرسین دار العلوم تنظیم اصلاح المسلمین رامگج بازار، اتر دیناجپور بنگال

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب ''قہر ربانی بر فتنۂ شیطانی'' تصنیف لطیف ہے عزیزم العلام مفتی محمد احمد رضا قادری سلمہ الباری کی جو فرزند ارجمند ہیں بلبل بنگال حضرت مولانا الیاس صاحب اشرفی مرحوم کے، بلبل بنگال کی شخصیت بنگال و بہار میں محتاج تعارف نہیں گو آپ کے وصال کے دیکھتے دیکھتے پندرہ سال بیت گئے مگر آج تک ان کی یادیں دل و دماغ میں تر وتازہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں؟ آپ خطابت کی دنیا میں اس قدر بڑھے کہ بڑھتے چلے گئے، پھیلے تو پھیلتے چلے گئے، چمکے تو چمکتے چلے گئے۔ مقبولیت اتنی کہ نام سنتے ہی اطراف سے لوگ امنڈ پڑتے، مجمع پر گرفت اتنی کہ جو بیٹھے ہیں تو بیٹھے ہی ہیں اٹھنے کا نام نہیں، جو باہر کھڑے ہیں آواز سنتے ہی پنڈال میں آ کر سمٹ سمٹ کر بیٹھ جاتے۔ قدرت نے اپنی فیاضی سے انھیں ایسی خوش الحانی عطا فرمائی تھی کہ اب تک ان کا ثانی دور دور تک نظر نہیں آتا، ہنستے ہنساتے بھی ایسی کام کی باتیں کہہ جاتے تھے جو سامعین برسوں یاد رکھتے غرض کہ وہ بہت ساری گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے جنکی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

ان کی ڈھیر ساری خوبیوں میں سے ایک خوبی جو وجہ امتیاز تھی، وہ تھا مسلک وسنیت کا درد، جہاں بھی جس جلسے میں جاتے تھے مسلک اعلیحضرت کی حقانیت وموقف اہلسنت والجماعت کو بلاخوف وخطر پیش کر دیتے اور اہل باطل کی پروا کئے بغیر ان کی دھجیاں اُڑا دیتے تھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دینی پروگراموں میں گزرا مگر اس راہ میں علم کے

ساتھ عقل اور اس سے کہیں زیادہ ایمانی ہمت وقوت سے کام لیتے تھے، اسی لئے اشاعت سنیت کی راہ میں ہر آنے والی کٹھن گھاٹی کو آسانی سے طے کر لیتے تھے۔آپ نے اگر چہ طویل العمری زندگی نہیں پائی مگر خدا کی بخشی ہوئی اسی مختصر سی زندگی راہ خدا میں لگا کر سفر زندگی کو تمام کیا اور چلتے چلتے اہل دنیا کو زبان قال سے نہ سہی زبان حال سے یہ پیغام سنا دیا۔

سرائے موت ہے دنیا جو آئے مر کے چلے
کوئی برا تو کوئی نیک کام کر کے چلے
وہ جانے والا بڑا خوش نصیب ہے مظہر
جو خود کو سارے گناہوں سے پاک کر کے چلے

خداوند قدوس ان پر بارش غفران نازل فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرما کر اجر عظیم سے نوازے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

اس وقت صاحب کتاب کے بارے میں میرا بس اتنا کہنا ہے کہ اپنے علاقے میں موجود آپ اگر کسی ایسے نوجوان عالم دین کو دیکھنا چاہتے ہیں جو بیک وقت تدریس وافتاء، تصنیف وتالیف، تقریر وتردید باطل کے اہم شعبوں میں اپنی ذمہ داری کامیابی کے ساتھ نبھاتا ہو تو اس کتاب کے مصنف کو دیکھیں اور ان سے ملیں جس سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے یقیناً ایسے ہی نوجوانوں کے بارے میں فرمایا ہوگا۔

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

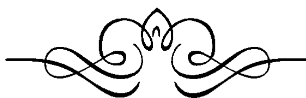
یہ کتاب ان کی پہلی کاوش نہیں ہے،اس سے قبل کئی ایک کتاب ان کی نوک قلم سے نکل کر منظر عام پر آچکی ہیں جن کو اہل علم نے پسند فرمایا اور بزرگوں نے دعاؤں سے نوازا جبکہ اس حالیہ تصنیف کے محرک وداعی دراصل علاقائی سطح کے دیوبندیوں کی ایک نام نہاد

تنظیم ''اتحاد العلماء'' کے وہ گمراہ کن سوالات ہیں جنھیں آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اکثر سوالات اگرچہ پھوہڑ قسم کے بے تکے بے ڈھنگے اور بچکانہ ہیں جو اس قابل نہیں کہ جواب لکھا جائے تاہم ان کے پس پردہ تنظیم مذکور کی شرارت وخباثت اور علاقائی حالات کے پیش نظر مفتی صاحب نے تمام سوالات کو پوری دیانتداری کے ساتھ من وعن نقل کر کے مکمل سنجیدگی کے ساتھ سلسلہ وار جوابات لکھ دیئے ہیں۔ قلم اٹھا تو چلتا گیا، جولانی اتنی کہ ایک کتاب بنکر سامنے آگئی۔ فقیر نے اسے سرسری طور سے دیکھا ماشاء اللہ خوب خوب لکھا! دلائل وبراہین سے آراستہ پایا، ہر سوال کا مسکت جواب اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق نہایت ہی جرأت مندی کے ساتھ دیا، طرز استدلال نہایت عمدہ اور محققانہ پایا، دیوبندی سائلین ومعترضین اگر جماعتی عصبیت کی عینک کو اپنی آنکھوں سے اتار کر حق کے متلاشی ہو کر مطالعہ کریں تو ان پر حق واضح ہوجائے گا ان شاء اللہ، پھر نہ تو وہ رسول دشمنی پر مشتمل ایسے سوالات کریں گے اور نہ ہی ناموس رسالت سے کھیلواڑ کر کے اپنی عاقبت خراب کریں گے۔ میری دعا ہے کہ رب قدیر مفتی صاحب کی عمر میں عمل میں علم میں یوما فیوما ترقی عطا فرمائے اور زور بیان وقلم عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول عام فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وّاٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

محمد بشیر الدین رضوی

صدر المدرسین دار العلوم تنظیم اصلاح المسلمین، رام گنج بازار

ضلع اتر دیناجپور بنگال ۱۱/ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/نومبر ۲۰۱۷



تصدیق جلیل

خلیفہ حضور تاج الشریعہ، زینت بزم افتاء، رئیس الفقہاء

حضرت علامہ مفتی **محمد رفیق الاسلام نوری** منظری صاحب قبلہ

شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتاء جامعہ شکوریہ بلھور کانپور اتر پردیش

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

فرقہ ضالہ دیوبندیہ پر باتفاق علماء عرب وعجم کفر وارتداد کا حکم ہے، یہ بدنام زمانہ گروہ اپنا رنگ وروپ بدلنے میں کافی ماہر ہے، مذاہب اربعہ کے شدید ترین دشمن یہ فرقہ ان چاروں میں سے کسی کا بھی نقاب اپنے چہرے میں ڈال کر آپ کا سامنا کہیں بھی کرسکتا ہے، مقام ومحل کی مناسبت سے کہیں یہ مالکی کہیں شافعی اور کہیں حنبلی کی شکل بنا کر لوگوں کے سامنے آتا ہے۔جبکہ ہمارا علاقہ اتر دیناجپور میں حنفیت کے لبادے میں اپنے کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔لیکن اہلسنت کے علمائے حق شناس کی عقابی نگاہوں سے یہ نقاب پوش بچ نہیں سکے اور ہر سو جگہ جگہ ذلت ورسوائی ان کا مقدر بنی۔

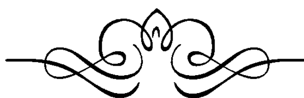
اس کا ایک تازہ نمونہ ''انجمن احناف اتحاد العلماء اہلسنت والجماعت،، جیسے مضحکہ خیز نام سے اتر دیناجپور کے علاقہ اسلامپور و چوپڑا میں نظر آیا، اس کی ترکیبی صورت تو اس مسلم نما نمازی کی ہیئت کذائیہ سے بھی بدتر نظر آرہی ہے جو ہزاروں جرائم کا عیاش مجرم قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے زنار چھپا کر آشرم سے بھاگ کر مسجد کی پناہ میں پہنچا ہو۔اوقات نماز میں نمازیوں کے ساتھ اس کے بے ترتیب رکوع اور سجود کا تصور کریں پھر اس جملہ کی ترکیب پر نظر دہرائیں جو انجمن کا نام رکھا گیا ہے،اس نام پر پہلی نظر سے ہی بدنام زمانہ یہ

گروہ آپ کے تصور میں بے نقاب ہو جائے گا۔

بہر حال اس کی طرف سے جو دیوبندیت زدہ سوالات کئے گئے تھے ان کے بہترین جواب خلیفہ حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہ النورانیہ حضرت علامہ مفتی احمد رضا رضوی اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے میں نے اسے بغور پڑھا جواب بہت خوب ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور خدمات کا مزید حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

۳/ ربیع النور ۱۴۳۸ھ

محمد رفیق الاسلام نوری منظری
جامعہ شکوریہ بلہور کانپور



پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

چمن میں تلخ نوائی میری گوارہ کر ۔۔۔ کہ زہر بھی کرتا ہے کبھی کار تریاق

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ: یعنی فتنہ قتل سے شدید تر ہے (بقرہ ۱۹۱) معروف محدث حضرت شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف الخفاء میں یہ حدیث نقل کی ہے: الفتنة نائمة لعن الله من ايقظها: (جلد ۲، رقم الحدیث ۱۸۱۷) یعنی رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے جگایا۔ لیکن دیوبندی حضرات کہیں بھی ہوں مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا بیج بونا ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے، اس پر کسی فرد و بشر کو تعجب اس لئے نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ اسماعیل دہلوی کی فتنہ انگیز کتاب "تقویۃ الایمان" جب ان کا دینی دستور ٹھہری اور مسلمانوں کو لڑانا بھڑانا ان کا مذہبی فریضہ ہوا جس پر وہ اپنی ابتدائی آفرینش سے تاحال سختی سے کاربند ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید شدت آرہی ہے تو پھر حیرت کیسی؟۔ دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ اللہ جل وعلا و رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں، صالحین امت کی شان میں بدتمیزیاں کرنے سے لیکر بات بات میں اہلسنت پر کفر و شرک اور ضلالت و بدعت کے تیر و نشتر جس گھنونا انداز میں انھوں نے چلائے ہیں اس سے شیطان بھی پانی پانی ہے جس کی وجہ سے دنیا کے گوشے گوشے میں خرمن اسلام کو جو آگ لگی ہے اس کا ازالہ بھی اب ناممکن ہو گیا ہے تاہم علماء اہلسنت نے ہر موڑ پر ان کی ریشہ دوانیوں کا بھرپور پردہ چاک کیا اور ان کی بیہودگیوں کا منہ توڑ جواب دیا جو تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ۔

اس فتنۂ شیطانی کے تناظر میں ہم اگر اپنے علاقے (داسپاڑا اتر دیناجپور بنگال) کی بات کریں تو یہاں بھی ایک زمانے میں صرف سنی ہی سنی ہوا کرتے تھے نہ کوئی جھگڑا نہ لڑائی بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ آج علاقہ داسپاڑا و مضافات میں دیوبندیوں کے قبضے میں جس قدر بھی مساجد و مدارس ہیں ان کے بانیین اور واقفین سب کا تعلق اہلسنت سے تھا اور ہر جگہ میلاد و قیام اور فاتحہ و درود والوں نے ہی ان کی خشت اول رکھی تھی لیکن بدمذہبیت کا عفریت بڑی پلاننگ اور چابکدستی سے

سنیوں کے بھیس میں دھیرے دھیرے ان پر اپنا مہیب سایہ پھیلایا اور متعدد جگہوں پر اپنا تھان جمالیا البتہ ہم اسے اپنی بدقسمتی کہیں یا محرومی یا پھر تغافل وبے توجہی کہ جب اس علاقے میں اولاً تبلیغی جماعت کی آمدورفت شروع ہوئی اور لوگ اس کے دام فریب میں اِکّا دُکّا گرفتار ہوتے رہے اس وقت اس فتنہ کے خلاف کوئی مضبوط واجتماعی اقدام نہ کیا جاسکا، شاید اس وقت ایسا ممکن بھی نہیں تھا کیوں کہ آج سے کم وبیش پچاس ساٹھ سال قبل کے حالات کیا تھے اس کا اندازہ کس کو ہے۔ تاہم یہ کہنا حقیقت سے انحراف ہوگا کہ اس وقت بھی کسی نے کچھ نہیں کیا! ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ کرنے والوں نے اپنی وسعت کے مطابق بہت کچھ کیا کیوں کہ اگر وہ کچھ نہ کرتے تو آج یہاں یہ سنیت بھی شاید نظر نہ آتی۔

اہل علاقہ جانتے ہیں کہ ۱۹۷۰ء کے بعد اس علاقے میں تحفظ سنیت کے لئے اسباب و وسائل اور ربط تعلق کی قلت کے باوجود بلبل بنگال حضرت مولانا الیاس اشرفی قادری علیہ الرحمہ نے جو جدوجہد فرمائی ہے وہ ناقابل فراموش ہے اسی ذات نے علاقہ داسپاڑا میں سب سے پہلے دیوبندیوں وہابیوں کا رد بلیغ کیا، تبلیغی جماعت والوں کو مساجد سے روکنے کی روایت قائم کی، ان کے عقائد ملعونہ سے لوگوں کو آگاہ کیا اور سنیوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا گو کہ اور بھی علماء اس میں شریک تھے مگر بلبل بنگال کی جہد مسلسل اور پیہم تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت خاکی پر اپنے انوار وغفران کی بارش نازل کرے کہ ان کا لگایا ہوا پودا اب شجر سایہ دار ہو رہا ہے۔ الحمدللہ تعالیٰ۔

ہَوا تھی گو تیز وتند لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیا تھا انداز خسروانہ

اللہ کا شکر ہے کہ اب علاقے میں سنی علماء کی ایک تعداد ریڈی ہے ان کو چاہئے کہ وہ حتیٰ الامکان تحفظ دین وسنیت کے لئے سعی بلیغ کریں اور بدمذہبوں کا رد وابطال کریں کہ اسی میں خیر وثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دست وبازو میں طاقت وقوت عطا فرمائے اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ منظم انداز میں دین وسنیت کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

علاقہ داسپاڑا میں دیوبندیت، وہابیت، پھر غیر مقلدیت ایک ایک کرکے سارے فتنے دستک دیتے گئے اور بدمذہبیت کا جتھا بڑا ہوتا گیا جو آج اپنے پھیلاؤ وگرفت مضبوط کرنے کے لئے سخت کوشاں ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ یہ بدمذہب آپس میں اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں لیکن اہلسنت کے خلاف صف آرائی کی بات ہو تو آپس میں ایک ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ سارے مل

کر ماضی میں بھی اہلسنت کے ساتھ مناظرہ کی بات کر کے عوام میں اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور ذلت کا طوق گلے میں لیا تھا، غالباً ۱۹۹۸ء میں بھی ایک بار ان کی طرف سے مناظرہ کی بات کہی گئی تھی جس کے لئے راقم کے والد ماجد حضرت بلبل بنگال علیہ الرحمہ کی دعوت پر خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد عظیم الدین رضوی صاحب قبلہ بہادر گنجوی تشریف لا کر ان کو للکارا مگر یہ بھیگی بلیوں کی طرح چھپے رہے۔ ۲۰۰۳ء میں بھی انھوں نے مناظرہ کا شوشہ چھوڑا تھا اس وقت میری اور برادر کبیر حضرت مولانا شاہد رضا اشرفی صاحب کی گزارش پر خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد بشیر الدین رضوی صاحب قبلہ و خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام نوری منظری صاحب قبلہ تشریف لائے لیکن جب بحث و مباحثہ کے لئے بیٹھے تو دیوبندی مولوی بشیر الدین قاسمی نے معافی مانگ کر اپنی جان بچائی ۲۰۰۴ء میں مجھے ایک پرچہ میں لکھ کر مناظرہ کا چیلنج دیا جس کے لئے ہمارے ایما پر ڈونگڑا کچھ میں سنیوں نے اسٹیج تیار کیا مگر وہ سامنے بھی نہ آسکے، شاید ۲۰۰۶ء میں لال بازار مارکیٹ کے بیچ میں خلیفہ حضور تاج الشریعہ مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ رضوی صاحب قبلہ سوناپوری نے ان کو اتنا ذلیل کیا کہ یہ اسٹیج چھوڑ کر بھاگ نکلے، اور اب ۲۰۱۶ء میں یہ فسادی و لعنتی لوگوں نے ایک بار پھر فتنے کا بگل بجایا ہے جس کی اجمالی سرگزشت حسب ذیل ہے۔

نہ تنہا من دریں میخانہ ہستم جنید و عطار و شبلی ہم است

۱۵؍ جنوری ۲۰۱۶ء مجھے اہلسنت کے خلاف چند بیہودہ اعتراضات کا مجموعہ ایک پرچے کی شکل میں موصول ہوا جو علاقہ داسپاڑا کی ایک گمنام تنظیم (انجمن احناف اتحاد العلماء اہلسنت والجماعت) کی طرف سے تھا جس کے ذریعے ٹھیمچرن کچھ سنی جماعت کو مناظرہ کا چیلنج دیا گیا تھا، دعوت مناظرہ کا یہ مضحکہ خیز انداز اگرچہ قابل توجہ بھی نہ تھا لیکن دیوبندیوں نے اپنی بیہودگی کا مظاہرہ کر کے اہلسنت کے خلاف جو ہوّا کھڑا کیا تھا خاص طور سے ٹھیمچرن کچھ کے سنیوں کو جس طرح پریشان کر رکھا تھا وہ بڑا فتنہ انگیز تھا اس لئے بروقت اس کا علاج بیحد ضروری ہوگیا تھا۔ چونکہ دیوبندیوں نے پورے علاقے میں عوام میں گھوم گھوم کر خوب فتنہ انگیزی کی تھی اس لئے ہم نے نہایت ہی شدت کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور بالآخر ۳۰ جنوری ۲۰۱۶ء کو دن کے دس بجے ٹھیمچرن کچھ گاؤں میں ایک نشست ہونا طے پایا، الحمد اللہ اس دن وقت مقررہ پر ارکان تنظیم فلاح المسلمین

چوپڑا و تنظیم اصلاح المسلمین رام گنج سمیت تقریباً ایک سو علماء اہلسنت جلوہ فگن ہوئے مگر افسوس دیوبندی مولوی حاضر نہ ہوئے بالآخران کے حمایتیوں کے ساتھ مختصر گفت شنید کے بعد ایک تیرہ ۱۳ رکنی کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا جس میں ہماری طرف سے ھیمچرن گچھ جماعت کے ذمہ دار افراد کے چنندہ لوگ شامل ہوئے اس کمیٹی نے علمائے اہلسنت کے اصرار پر مناظرہ کی تاریخ طے کرنے اور دیوبندی مولویوں کو میدان میں لانے کا وعدہ کیا جس پر ہماری طرف سے شرائط مناظرہ لکھ کر کمیٹی کے حوالے کر دی گئی اور اپنی پہلی فتح کا جشن منا کر ہم سب لوٹ آئے۔

اس کے بعد ہماری طرف سے برابر یہ مطالبہ ہوتا رہا کہ مناظرہ کی تاریخ جلد از جلد مقرر کی جائے لیکن کوئی جواب نہیں آیا، پھر جب اس کے اسباب وعوامل کا پتہ لگایا گیا تو یہ جان کر سخت مایوسی ہوئی کہ اس تیرہ رکنی کمیٹی میں ہماری طرف سے جن لوگوں کا انتخاب ہوا تھا ان میں کچھ حضرات ناقابل اعتماد اور صلح کلی قسم کے تھے ان کے ساتھ دیوبندی فریق کے ذمہ داران گپ چپ طریقے سے میٹنگ کر کے سیاسی پینترا بازوں کو اپنے اعتماد میں لیکر مناظرہ کو ٹالنے کا بہانہ تلاش کر رہے تھے اور شاید ان کو کچھ مال بھی ہاتھ آیا ہوگا اس لئے ان کے سُر بھی بدل گئے تھے جبکہ ہمارے معتمد لوگ اس پر راضی نہیں تھے، ہمیں جب ان خفیہ سرگرمیوں کا پتہ چلا تو بڑا افسوس ہوا بلکہ بعض ملنے والوں کی ہم نے سخت سرزنش کی اور سست کہا نیز ہر حال میں مناظرہ کے مطالبہ پر اٹل رہا۔اس لئے کمیٹی سیدھے طور پر مناظرہ رد کرنے کی بات تو نہ کر سکی لیکن چال دوسری چلی گئی وہ یہ کہ ایک دن ہمیں اطلاع دی گئی کہ مناظرہ بند کمرے میں ہوگا جس میں دونوں طرف سے صرف پانچ پانچ علماء اور ان کے ساتھ منتخب کمیٹی رہے گی اور ہار جیت کا فیصلہ بعد میں لوگوں کو سنا دیا جائے گا لہٰذا آپ اپنے پانچ علماء کے نام لکھ کر کمیٹی کو دیدیں۔

کمیٹی کی یہ تجویز ایسی شرمناک اور شکستہ تھی جو کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ مناظرہ کی ضرورت ہمیں نہیں عوام کو تھی حق وناحق کا چہرہ عوام پر عیاں ہونا تھا، مکروفریب کے چہرے سے اترتا نقاب عوام دیکھنا چاہ رہی تھی جبکہ بند کمروں میں مناظرہ نہیں سودے بازی ہوتی ہے جو ملت فروش لوگ کیا کرتے ہیں پھر جب دیوبندیوں نے عام لوگوں میں جا جا کر یہ بات پھیلائی تھی کہ تمھارے سنی مولوی ہم سے مناظرہ کرنے سے ڈرتے ہیں تم سب بدعتی ہو، قبر پجوا ہو ،بلکہ بنگلہ زبان میں یہی بیہودہ سوالات پرچے میں لکھ کر گاؤں دیہات میں بانٹتے ہوئے عام سنیوں

کوچڑھا کر یہاں تک کہتے پھرتے تھے کہ بریلویو! ہمت ہے تو اپنے مولویوں کو بلاؤ اور ہم لوگوں سے مناظرہ کرو! وغیرہ وغیرہ، تو پھر بند کمرے میں مناظرہ کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جبکہ ہماری طرف سے یہاں تک کہا گیا تھا کہ مناظرے کی سیکورٹی اور خرچے کی ذمہ داری ہماری ہے تو ڈرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن چونکہ ان کا مقصد صرف فتنہ پھیلانا تھا اس لئے ان کو مناظرہ کا سامنا کرنا ہی نہیں تھا اور کیا بھی نہیں اور شاید کبھی کریں بھی نہ۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کے　　　جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا!

مجھے افسوس ہے اپنے علاقے کے ان نام نہاد مولویوں پر جو دعوائے تحفظ سنیت میں اونچی اونچی ہانکتے ہیں، لوگوں کی رہنمائی کا دم بھی خوب بھرتے ہیں مگر دیوبندیوں کے خلاف مجال لب کشائی تو کجا ان سے انقطاع تعلق کی جرأت بھی نہیں کر پاتے بلکہ ان سے مل ملاپ کو مصلحت گردانتے ہیں جس کا انجام یہ ہے کہ بدمذہبوں نے سنیوں کو اس طرح پریشان کر رکھا ہے کہ روز کوئی نہ کوئی لغو اعتراض ان پر تھوپا جاتا ہے جبکہ مجھ خطا کار کو صرف اس لئے شدت پسند، تفرقہ باز اور جھگڑا لو کہا جاتا ہے کیوں کہ میں دیوبندیوں وہابیوں کے ساتھ ساتھ بیچ والوں کی ان ملعون حرکتوں کے خلاف پوری قوت وتوانائی سے بولتا لکھتا رہتا ہوں جو آگے بھی جاری ہے گا ان شاءاللہ تعالیٰ یہاں تک کہ سچائی واضح ہوجائے یا میرا دم نکل جائے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔

گرچہ بت ہیں جماعت کی آستنوں میں　　　مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الا اللہ

کون نہیں جانتا کہ ہمارے یہاں مدارس کے قیام اور اس میں تعلیم وتعلم سے لیکر گلی محلے، گاؤں دیہات میں ہونے والے دینی جلسے ومحافل کے بنیادی مقاصد میں اہلسنت کی ترجمانی و بدعقیدوں کی سرکوبی کرنا بھی شامل ہے اور یہ دونوں مقاصد باہم ایسے متلازم ہیں کہ ایک کو نظرانداز کرکے دوسرے کی تعمیر واشاعت کا خیال بھی فضول محض ہے مگر صد حیف! کہ ہمارے اس چھوٹے سے علاقے میں بنام سنیت لگ بھگ نصف درجن دارالعلوم چلتے ہیں سالانہ پچیس سے تیس جلسے، کانفرنس واعراس منعقد ہوتے ہیں جس میں لمبے چوڑے جبہ دستار والے پیر صاحبان بھی بڑی پابندی سے اپنی چمک ودمک کی نمائش کرتے ہیں لیکن نہ کہیں سنیت کی ترجمانی نہ دیوبندیت وہابیت کی تردید وبیخ کنی، عالم یہ ہے کہ رد کرنے والوں کو روکا جاتا ہے، اس کے خلاف عام سنیوں کو

بدظن کیا جاتا ہے اوران بھلے آدمیوں کی ایسی ہرزہ سرائیوں کا سب سے زیادہ شکار میں فقیر رضوی واقع ہوا ہوں جس پر اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے صبر واستقلال کی توفیق بخشی ہے اور بد مذہبوں سے لڑنے کا حوصلہ بھی دیا۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

ہاں تکلیف اس بات کی ضرور ہے کہ یہ حرکتیں عام لوگ نہیں خود کو سنیوں کے قائد شمار کرنے والے مولانا صاحب لوگ کرتے ہیں ۔ استغفر اللہ تعالیٰ ،غرض کہ یہ ایک لمبی داستان ہے جس کا ذکر یہاں نہ ہونا ہی بہتر ہے ورنہ بہت سے ایسے لوگ جوعلماء کے لبادے میں سنیوں کو شہد دیکھا کر زہر پلاتے ہیں بالکل عریاں ہوجائیں گے،،بہت سے مدارس وکانفرنسز کا بھرم کھل جائے گا اور بہت سارے نام نہاد پیرو مصلحین قوم وملت کے کاغذی لباس تارتار ہوجائیں گے! پھر جب اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب کا ایک دن متعین ہے تو جلدی کس بات کی؟ واللہ سریع الحساب۔

موت کا ایک دن معین ہے نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

اللہ عزوجل کا شکرواحسان ہے کہ تقریبا تین سال کا عرصہ گھر میں رہنے کا موقع میسر آیا دریں اثنا علاقہ کے مذہبی ودینی حالات کا بہت ہی قریب سے جائزہ لینے کا اتفاق ہوا بلکہ اپنا قائم کردہ ادارہ دارالعلوم قادریہ کے پلیٹ فارم سے بساط بھر یہ کوشش کی کہ دینی معاملات میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کی جائے اوراس کے لئے علمائے اہلسنت کو ساتھ لیکر تقریر وتحریر کے ذریعہ اجتماعی وانفرادی اقدام بھی کیا۔ کاشکہ مشربی عصبیت زدہ لوگ اور سرکارسیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بغض رکھنے والے مولوی نماافراد سدراہ نہ بنتے تو شاید بہت کچھ کیا جاسکتا تھا ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے لوگوں کے حق میں ہدایت کی دعا کرتے ہیں اور بس۔

اپنے احباب کے حضور میں یہ بھی عرض کردوں کہ میں اب اپنے گھر وعلاقے سے باہر ہوں اور وہاں کی ہنگامہ خیزیوں سے بھی اب لاتعلق سا ہوں لہٰذا اس کے بعد مذہبی اعتبار سے کسی بھی ناخوشگوارامر کا ذمہ دار میں نہیں ہوں گا اور نہ کسی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس بابت مجھ سے کچھ باز پرس کرے بلکہ ذمہ دار وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے وہاں میرا وجود نا قابل برداشت تھا، جولوگ بدمذہبوں کے خلاف تو کچھ نہ کرسکے لیکن میرے خلاف جلسہ ضرور کیا ، برسر اسٹیج وہابیوں اور دیوبندیوں کی مخالفت تو ان سے نہ ہوسکی لیکن مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بدتمیزیاں ضرور کیں، وہابی اداروں کے ساتھ اپنی ہمدردیاں تو خوب دیکھائیں مگر ہمارے ادارے میں چندہ دینے

سے لوگوں کو خوب روکا اور اس جرم میں ان کے چھوٹے سے لیکر بڑے تک برابر کے شریک سہیم ہیں یقیناً ایسوں سے پوچھا جانا چاہئے کہ سنیت کی صیانت واشاعت ضروری ہے یا پیر میریدی کے نام پر زراندوزی وتجارت؟۔ واضح رہے کہ میری تحریر کا ہدف کوئی مخصوص عالم یا پیر نہیں ہے بلکہ وہ سبھی افراد ہیں جو بدمذہبوں کے معاملے میں کافی فراخدل واقع ہوئے ہیں۔

الٰہی یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائے
درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

خیر! اس وقت جو یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ بھی ہمارے اس سلسلۂ کاوش کی ایک کڑی ہے جو اس علاقے میں بدعقیدہ ملاعنہ کے خلاف ہم نے جاری کر رکھا ہے، اس میں ان بیس سوالات کے جوابات مفصل ومدلل انداز میں لکھ دیئے گئے ہیں اور جلسوں کے ذریعے دیوبندیوں تک پہنچا بھی دیئے گئے ہیں جن کو بنیاد بنا کر علاقے میں انھوں نے فتنہ وانتشار برپا کیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے بعد سے ہنوز ان پر مہر سکوت طاری ہے اور بہت حد تک اس شیطانی فتنے کا انسداد بھی ہوگیا ہے، یہ جوابات حالانکہ اُسی وقت تحریر ہو چکے تھے تا کہ فتنہ پرور گروہ کو مزید فتنہ کا موقع نہ مل سکے اور اس کی ایک کاپی افادۂ عام کے لئے مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد علیم الدین رضوی صاحب قبلہ مرشدآبادی کو بنگلہ زبان میں منتقل کرنے کے لئے دی گئی تھی مگر نہ بروقت اصل تحریر کی طباعت ہوسکی نہ مفتی موصوف کی طرف سے کوئی جواب آیا۔

اس قاطع فتنہ تحریر کی اہمیت کا اندازہ ہمارے احباب علماء کو اسی وقت ہوگیا تھا اس لئے ان کی طرف سے یہ فرمائش تھی کہ اس کی اشاعت جلد ہونی چاہئے مگر طباعتی اخراجات پورے ہونے کی کوئی سبیل ابھی تک کسی کی طرف سے نہیں کھلی ہے۔ بہرحال کبھی نہ کبھی اس کی اشاعت ضرور ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سوچ کر ہم نے اس پر نظر ثانی کا عمل شروع کیا اور چونکہ کتاب حتی الامکان احباب واغیار سمیت اکثر حضرات تک پہنچانا مقصود ہے اس لئے اس میں قدرے ترمیم واضافہ کے ساتھ اس کے اسلوب وبیان میں بھی نرم لب ولہجہ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، الفاظ وتراکیب عام فہم جو ہمارا طریقہ ہے اور انداز بھی معروضانہ اپنایا گیا ہے تا کہ مخاطَب کے علاوہ دیگر حضرات کو شکایت کا موقع نہ ملے علاوہ ازیں جواب میں حوالہ جات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور اصل ماخذ ہم نے اپنے پاس محفوظ کرلیا ہے تا کہ کسی کو شبہ ہو تو وہ رجوع ہو کر اپنا شبہ دور کرلے۔ ہم

نے اس کا نام پس منظر وپیش منظر دونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ,, قہر ربانی برفتنۂ شیطانی ،، تجویز کیا ہے، جن دوستوں نے سنا پسند کیا امید ہے کہ باقی احباب بھی اس پر اپنی پسندیدگی کی موہر ثبت فرمائیں گے۔

قارئین یاد رکھیں کہ میری یہ کوشش نہ تو کسی نام ونمود کے لئے ہے اور نہ کسی ذاتی فائدے کی تحصیل لئے بلکہ اس کے پس پشت فقط یہ مقصد کارفرما ہے کہ اس علاقے میں سنیت کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہو، چمن اہلسنت کبھی خزاں رسیدہ نہ ہو اور بدمذہبیت کے بادسموم سے خوش عقیدوں کے آشیانے ہمیشہ محفوظ رہیں نیز اس حقیر کاوش کو رب تعالیٰ اپنے حبیب لبیب سرور عالم ﷺ و جملہ محبوبوں کے صدقے قبول فرمائے اور میرے و والدین لئے اس کو ذریعہ نجات بنائے ورنہ مجھ جیسے ناکارہ وننگ اسلاف سے اس دین کو فائدہ ہی کیا ہے اور بھلا میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔

اس مقام پر میں اپنے ان معزز و مخلص علماء کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جن کی مستقل حوصلہ آفزائیوں، نیک مشوروں اور مستجاب دعاؤں نے میری دستگیری کی خصوصاً خلیفہ حضور تاج الشریعہ محقق مسائل نادرہ رئیس الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام نوری منظری مدظلہ العالی، نمونہ اسلاف خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد بشیر الدین رضوی مدظلہ العالی، مناظر اہلسنت خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ رضوی مدظلہ العالی، نازش علم وفن خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد شاعر رضا رضوی صاحب قبلہ استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف، خلیفہ حضرت توصیف ملت حضرت مولانا حافظ وقاری احمد علی رضوی صاحب قبلہ خطیب وامام جامع مسجد دارجلنگ، ناشر مسلک اعلیحضرت خلیفۂ حضور غیاث ملت حضرت علامہ ومولانا محمد عباس علی رضوی صاحب قبلہ لکھی پور، مدبر ملت حضرت علامہ ومولانا زین الدین رضوی صاحب قبلہ صدر تنظیم فلاح المسلمین چوپڑا، محب گرامی حضرت مولانا غلام معصوم رضوی صاحب قبلہ، پیکر اخلاص ومحبت حضرت مولانا ایثار رضوی صاحب قبلہ خادم حضور توصیف ملت حضرت مولانا کفیل الدین رضوی صاحب قبلہ وغیرہم۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمر میں برکتیں نازل فرمائے تاکہ دین وسنیت کو ان سے فائدہ پہنچتا رہے! آمین۔

بالخصوص بقیۃ السلف عالم ربانی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صالح قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف، نمونہ اسلاف خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد بشیر الدین رضوی مدظلہ العالی صدر المدرسین دارالعلوم تنظیم اصلاح المسلمین رامگنج

بازار، رئیس الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام نوری منظری دامت برکاتہم القدسیہ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرنا مجھ پرواجب ہے کہ ان بزرگوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود میری اس تحریر کو اول تا آخر دیکھا، جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی اصلاح فرمادی اور اپنے قیمتی تأثرات بھی قلمبند فرمادیئے نیز بزرگانہ ومشفقانہ مشوروں سے بھی خوب نوازا جس سے میرے حوصلوں کو پرواز نصیب ہوا۔ فجزأهم الله احسن الجزاء۔

احسان فراموشی ہوگی اگر میں اپنے اس مخلص دوست کا یہاں ذکر معطر نہ کروں جن کے مفید مشورے میرے لئے مشعل راہ بنے، جن کی بےلوث دوستی میرے لئے باعث عزت وبرکت بن گئی اور جن کی پاکیزہ صحبت نے مجھے ایک مختصر سے عرصے میں بے شمار نعمت وفضیلت سے ہمکنار کردیا، میری مراد جواں سال عالم دین، مفتی شرع متین، ماہر علم وفن، پیکر اخلاص ومحبت، چمن احباب میں باعث خیر وبرکت، تربیت یافتۂ بارگاہ حضور سرکار تاج الشریعہ حضرت العلام مفتی محمد شاعر رضا رضوی صاحب قبلہ متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ استاذ ومفتی جامعۃ الرضا بریلی شریف کی ذات با برکات ہے کہ انھوں نے اِس بینوا پر جو احسانات کئے اور اس کتاب کو وقیع ومتوازن بنانے کی جو کوششیں کیں وہ جامۂ الفاظ میں نہیں سما سکتیں، میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے حق میں اجر جزیل کا سوالی ہوں کہ ان الله لايضيع اجر المحسنين۔

اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں میں نے جو بھی سعی کی ہے اپنے حساب سے بہتر کی ہے یعنی ان اعتراضات کا اجمالاً علمی تعاقب کیا ہے جن کو لیکر ہمارے علاقہ کے دیوبندی وہابی فتنہ کھڑا کرکے عام سنیوں کو اپنے عقائد سے برگشتہ کرنے کی مہم چلا رہے تھے، اب یہ ہمارے خامہ خام سے نکل کر اپنے علماء ذوی الاحترام کی عدالت میں ہے لہٰذا ان سے التجاء ہے کہ اس تحریر کو نظر تحسین کے ساتھ ساتھ نظر تنقید سے بھی ملاحظہ کریں جس سے ہمارے حوصلے کی تعمیر ہو اور اس کے دامن میں جس قدر خامیاں نظر آئیں وہ قابل درگزر رہوں تو معاف کریں ورنہ آگاہ فرمائیں تاکہ اس کا ازالہ ہوسکے۔

بلبلا مژدئہ بہار بیار ‏ ‏ ‏ خبر بد بہ بوم شوم گذار

ہاں جن دیابنہ وہابیہ نے اپنے سوالات کے ذریعے فتنہ انگیزی کا اپنا مذہبی فریضہ انجام دیا

ہے ان سے بس اتنا کہنا ہے کہ آپ کے سوالوں کے جوابات حاضر ہیں ان کو مکمل سنجیدگی اور غیر جانبدار ہو کر پڑھئے اور پھر اپنا عندیہ پیش کیجئے اگر آپ لوگ مطمئن ہیں تو تائب ہو کر سچائی قبول کر لیجئے ورنہ رد لکھئے یا خاموش رہئے کہ فتنہ گری بہر حال مذموم چیز ہے۔

یا اللہ العالمین! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ کوشش کسی نام و نمود کے لئے نہیں تیرے دین کی خدمت اور تو و تیرے محبوب ﷺ کی رضا کی خاطر کی ہے جس کی توفیق تیری ہی طرف سے ہوئی، اے اللہ! اس تحریر میں جس قدر صحت و صداقت ہے وہ تیرے فضل و کرم کی مرہون منت ہے اور جو کچھ خامی و سقامت ہے وہ میرے نفس کی شامت سے ہے، اے رب کریم! میری اس حقیر کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں اسے پسندیدہ بنا، عوام و خواص میں اسے مقبول بنا، بھٹکے ہوئے ذہنوں کے لئے چراغ ہدایت بنا اور میرے و میرے والدین، اہل خاندان اور دوست واحباب کے لئے ذریعہ نجات و عزت بنا۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وسلم۔

زجام حب تو مستم با زنجیر تو دل بستم نمی گویم کہ من ہستم سخنداں یا رسول اللہ ﷺ

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

طالب دعا اسیر سرکار حضور تاج الشریعہ

احقر الوریٰ محمد احمد رضا القادری الرضوی المصباحی غفرلہ المولیٰ۔

ابن بلبل بنگال حضرت مولانا محمد الیاس اشرفی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

رضا منزل، کنٹھی گچھ نیچا کھالی، پوسٹ داسپاڑا، ضلع اتر دیناجپور بنگال۔

مقیم حال کالپی شریف

Mob. : 9564767751

انجمن احناف اتحاد العلماء اہل سنت والجماعت

ANJUMANE AAHNAF ETTEHADUL ULAMA AHLA SUNNAT AAL ZAMAY

چوپڑا اتر دیناجپور پین نمبر ۷۳۳۲۰۷

Date ....

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین

۱۔ جس طرح قرآن شریف میں ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں میں سے بائیس واں پارہ سورہ احزاب کا رکوع نمبر ۷ آیت نمبر ۵۶ میں اللہ تبارک تعالی نے درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہیں۔ کیا اسی طرح سے قرآن شریف میں کہیں بھی قیام مروجہ کا بھی حکم دیا ہے؟ اگر حکم دیا ہے تو سورۃ کا نام اور آیت کا نمبر بتائے۔

۲۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جہاں دورد وسلام کے کلمات پڑھنے کیلئے بتائے ہیں وہاں پر نبی ﷺ کا نام مبارک پہلے ہے یا درود وسلام کے الفاظ پہلے ہیں صراحتاً جواب دے۔

۳۔ یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک آخر تک سلام پڑھنے کا طریقہ اللہ نے بتایا یا رسول ﷺ نے بتایا یا صحابہؓ میں سے کسی نے بتایا یا تابعی یا تبع تابعین میں سے کسی نے بتایا یا بڑے پیر صاحب نے بتایا یا خواجہ اجمیریؒ نے بتایا؟ جواب دیا جائے۔

۴۔ مصطفے جان رحمت پہ لاکھوں سلام ... آخیر تک پڑھنے کا حکم قرآن یا حدیث میں یا اجماع امت یا قیاس مجتہد میں سے کہاں ثابت ہیں؟ جواب دیا جائے۔

۵۔ قیام مروجہ کرنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ جواب دیا جائے۔

۶۔ فرض، واجب، سنت، مستحب، کس کو کہتے ہیں؟ اُس کا جواب دیا جائے۔

۷۔ تعظیم کا معیار کیا ہے؟ جواب دیا جائے۔

۸۔ چونکہ درود وسلام کا حکم نبیؐ پر نازل ہوا لھذا نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ساتھ لیکر کسی بھی نماز کے بعد بحالت قیام درود وسلام پڑھا ہیں یا پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ تفصیل سے جواب دیں۔

۹۔ چونکہ نبی ﷺ کے زمانہ میں بھی لوگ مرتے تھے اور دفن بھی کیا جاتا تھا دفن کے بعد کسی کی قبر پر نبی ﷺ نے آذان دی تھی یا آذان دینے کا حکم دیا تھا؟ جواب دیا جائے۔

۱۰۔ قبر پر آذان دینے کی جو حکمت بتائی جاتی ہے اُسکا علم نبی ﷺ کو تھا یا نہیں اگر تھا تو جاننے کے باوجود نہیں بتایا یہ امت کے حق میں اچھا کیا یا بُرا؟ جواب دیں۔

انجمن احناف اتحاد العلماء اہل سنت والجماعت

ANJUMANE AAHNAF ETTEHADUL ULAMA AHLA SUNNAT AAL ZAMAYAT

چوپڑا اتر دیناجپور پین نمبر ۷۳۳۲۰۷

Date ....

۱۱ کیا عید و بقرا عید کی نماز سے پہلے آذان دے سکتے ہیں اگر دے سکتے ہیں تو کیوں نہیں دیتے اور اگر نہیں دے سکتے تو کیوں؟ اُسکی وجہ بتائے۔

۱۲ آذان کے آخر میں لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ پڑھا ہیں یا نہیں اور اگر کوئی پڑھادے تو اسکی آذان صحیح ہوگی یا غلط ہوگی؟ تو اُسکی وجہ بتائے۔

۱۳ دیوبندی لڑکی کا نکاح اگر بریلوی لڑکا سے ہو جائے یا اُسکا الٹا۔ تو نکاح حلال ہوگا یا حرام اور اگر اولاد بھی ہو تو وہ اولاد حلالی ہوگی یا حرامی؟ تفصیل سے جواب دیا جائے۔

۱۴ اگر کسی بریلوی آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح دیوبندی لڑکا سے انجان کی حالت میں کر دیا ہے اب جاننے کے بعد میں کیا کرے لڑکی کو بند کرلے یا زندگی بھر زنا کرنے دے؟ دلائل کے ساتھ جواب دیں۔

۱۵ اگر دیوبندی نکاح پڑھادے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ جواب دیں۔

۱۶ اگر کوئی بریلوی مولوی کسی دیوبندی کا نکاح پڑھادے تو اُسکا کیا حکم ہے نکاح پڑھانے والا بریلوی مولوی کا نکاح رہے گا یا اسکی بیوی کو طلاق پڑجائیگی؟ جواب دیا جائے۔

۱۷ اولیائے کرام کی مزاروں کی زیارت کیلئے عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیں۔

۱۸ جلوس محمدی کب ایجاد ہوا اور اسمیں شریک ہونا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ جواب دیا جائے۔

۱۹ اولیائے کرام کی قبروں پر چادر چڑھانا کب سے ایجاد ہوا کیا یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ جواب دیا جائے۔

۲۰ کیا کسی دیوبندی عالم کی کتاب میں ہے معاذ اللہ اگر رسول ﷺ کا نماز میں خیال آجائے تو نماز باطل ہو جائیگی اور گدھے اور خچر وغیرہ کا خیال آجائے تو نماز ہو جائیگی، ایسا لکھنے والا مولوی کا نام اور اسکی کتاب کا بھی نام بتایا جائے ایسا لکھنے والا مولوی کو جو مسلمان کہے اسکا کیا حکم ہے یعنی کہنے والا وہ مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائیگا؟ دلیلوں کے ساتھ جواب دیا جائے۔

(نوٹ) چونکہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک شرعی دلائل چار ہیں نمبر۱: قرآن نمبر۲: حدیث نمبر۳: اجماع امت نمبر۴: قیاس مجتہد یعنی چاروں ۴ اماموں میں سے جس امام کا پیروکار ہے وہ اپنا امام کا قیاس پیش کریگا ان چار دلیلوں سے ہٹ کر جواب دینا اپنی شکست فاش مانی جائیگی

فقط والسلام

منجانب انجمن احناف اتحاد العلماء اہل سنت والجماعت واس پاڑہ چوپڑا اتر دیناجپور (بنگال)

پریٹ مولانا پرینٹ سنٹر موبائل نمبر ۱۸/ ۲۰۱۱۰۷ ۱۵

مینا بازار کوٹ گچھ ھاٹ

تجھے بھی صورت آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

دِکھا دوں گا جہاں کو جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورت آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

کچھ عرض ومعروض سے قبل اعتراض نامہ کے قد وقامت اور مادہ ومواد کا جائزہ لیں جس کی پیشانی پر جلی حرفوں سے لکھا ہے ,,انجمن احناف اتحاد العلماء اہلسنت والجماعت،،اس میں معمولات اہلسنت پر گھسے پٹے انداز کے بیس اعتراضات دوہرائے گئے ہیں جن میں املاء وتراکیب الفاظ کی بے شمار غلطیوں کے ساتھ ساتھ تکرار وجہالت کا بھی خوب مظاہرہ کیا گیا ہے طرفہ تماشا یہ کہ خود کو اہلسنت بتا کر اہلسنت پر اعتراض کا ہنر بھی دیکھانے کی بڑی گمراہ کن کوشش کی گئی ہے لیکن حقیقت کے چہرے سے آخر کار نقاب اتر نا ہی تھا سو جلد ہی اتر گیا اور لوگوں کے سامنے یہ سچائی بھی عیاں ہوگئی کہ علماء احناف اور اہلسنت کا مکھوٹا پہن کر جس انجمن نے فتنہ وفساد کا ماحول تیار کیا ہے وہ اصل میں دیوبندی، وہابی اور غیر مقلد فرقے کے چوبیس مولوی نما جھلاء کی ایک عارضی ٹیم ہے جس کا مقصد شر انگیزی اور فتنہ پروری کے سوا کچھ نہیں تھا۔

مجھے اس بات پر سخت حیرانی ہے کہ کیا واقعی اس انجمن میں ایک فرد بھی اس قابل نہیں تھا جس کو کسی مدرسہ کے ابتدائی درجات کی ابجد خوانی کا شرف حاصل ہوا ہو؟ اگر تھا تو اس ,,انجمن احناف اتحاد العلماء اہلسنت والجماعت،،نام کے ساتھ پورے اعتراض نامہ کے اندر جو فحش غلطیاں ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟ سچ یہ ہے کہ دو صفحہ کے اس اعتراض نامہ کی اگر صرف لفظی غلطیاں بیان کر دی جائیں تو لوگ ان کے منہ پر تھوکیں گے اور اس نتیجے پر پہنچنے میں انھیں دیر نہ ہوگی کہ یہی لوگ ہیں جو: وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ: کے سچے مصداق ہیں۔

بہر حال سر دست تمام امور سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ان اعتراضات کا جواب

تحریر کر رہا ہوں جن کو اس فتنہ پرور انجمن کے شرکاء نے اپنے حساب سے بہت عظیم اور لاینحل سمجھ رکھا ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ اعتراض نامہ کے آخر میں بطور شرط یہ بھی لکھا ہے۔ چونکہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک شرعی دلائل چار ہیں نمبر۱: قرآن، نمبر۲: حدیث، نمبر۳: اجماع امت، نمبر۴: قیاس مجتہد، یعنی چاروں اماموں میں سے جس امام کا پیروکار ہے وہ اپنا امام کا قیاس پیش کرے گا ان چار دلیلوں سے ہٹ کر جواب دینا اپنی شکست فاش مانی جائے گی۔ (سوالنامہ)

معترض کی پہلی جہالت اور اس کا رد

نقلی سنی بن کر اہلسنت کے عام اور بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دینا جتنا آسان ہے نقلی عالم بن کر علماء اہلسنت کو دھوکہ دینا اتنا ہی مشکل ہے کیوں کہ شکل بدل کر اپنی اصلی پہچان تو چھپائی جاسکتی ہے مگر اپنی جہالت وخباثت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا اور نہ انداز بدلنے سے کسی کی حقیقت بدل سکتی ہے۔ معترض نے یہاں پر یا تو چالاکی دیکھانے کی کوشش کی ہے یا پھر اپنی جہالت کا ثبوت پیش کیا ہے اس لئے کہ اس نے یہ تو بڑی آسانی سے کہہ دیا کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک شرعی دلائل چار ہیں اور اس کے نزدیک وہی قابل استدلال ہوں گے لیکن اسی کے ساتھ قیاس مجتہد کی اس نے جو مراد بیان کی ہے اس میں صرف اپنے امام کو جگہ دی ہے اور باقی کو خارج کر دیا ہے۔ کیا معترض کو یہ نہیں معلوم کہ ائمہ اربعہ کا تعلق بھی اہلسنت ہی سے ہے بلکہ یہ حضرات اہلسنت کے مقتدیٰ ہیں اور اپنے امام کا قول فقہی اختلافات میں مطلوب ہوتا ہے نہ کہ عقائد میں۔ پھر جب معترض کے اعتراضات فقہی مذہب کے لحاظ سے نہیں بلکہ عقائد کے لحاظ سے ہیں دراں حالیکہ وہ دعوائے سنیت بھی رکھتا ہے تو اسے تسلیم کرنا ہوگا کہ اس معاملے میں اہلسنت کے ہر عالم، ہر مجتہد، ہر محقق، ہر امام اور ہر پیشوا کا قول قابل استناد ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی فقہی مذہب سے ہو۔

حالانکہ معترض اگر اپنے ہی دھرم کے ملاؤں کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لے تو اسے پتہ چل جائے گا کہ دعوائے حنفیت کے باوجود انھوں نے کس طرح سے مالکی شافعی حنبلی علماء کے اقوال کو باب عقائد میں ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے یہی نہیں بلکہ جہاں بھی ان کو

اپنی بدعات وخرافات کی تائید وتوثیق میں کچھ نہیں ملا وہاں معتزلہ، خوارج، غیر مقلدین کے مزعومات کے ساتھ شیخ ابن تیمیہ کے تفردات اور ابن عبدالوہاب کے مغلظات کو جزوِ دین وسنت بنا کرامت پہ تھوپ دیا ہے: نعوذ باللہ تعالیٰ من الجھل والظلمات۔ تف ہے ایسی جہالت و بدتمیزی پر کہ سنیت کا پرزور دعویٰ بھی، معمولات اہلسنت پر انگشت نمائی بھی اور جواب کا مطالبہ صرف اپنے فقہی مذہب کے مجتہد کے حوالے سے ہو رہا ہے؟۔ بریں عقل و دانش بباید گریست، معترض کی طرف سے ایسی شرط خود اس کی شکست و ہزیمت کی چغلی کھاتی نظر آ رہی ہے۔

چاروں فقہی مذاہب اہلسنت کے ہیں

اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ائمہ اربعہ اور ان کے مسائل ومسالک سب کے سب اہلسنت کے سرمایہ ہیں یعنی چاروں مذاہب حق وہدایت پر ہیں اور عقائد کے اعتبار سے سب متحد ہیں۔علامہ طحطاوی حنفی فرماتے ہیں: فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فأن نصرۃ اللہ وحفظہ وتوفیقہ وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتھم وھٰذہ الطائفۃ الناجیۃ قداجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ ھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ ومن کان خارجاعن ھٰذہ الأربعۃ فی ذالك الزمان فھومن اھل البدعۃ والنار:

ترجمہ۔اے مؤمنوں کی جماعت تمھارے اوپر فرقہ ناجیہ کی اتباع لازم ہے جس کا نام اہلسنت والجماعت ہے بیشک اللہ کی مدد، اس کی حفاظت، اور اس کی توفیق اسی جماعت کے ساتھ ہے جبکہ اسکے مخالفین کے لئے اللہ کی طرف سے خذلان، غضب اور ناراضگی ہے اور یہی ناجی گروہ ہے جو آج مذاہب اربعہ میں یعنی حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں میں مجتمع ہے اور جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے تو وہ گمراہ و بدعتی ہے۔(حاشیہ طحطاوی۔ج ۴ ص ۱۵۳)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ (جن کو دیوبندی حضرات بھی ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں) لکھتے ہیں: فأن اھلسنت قد افترق بعد القرون الثلاثۃ

اوالأربعة علیٰ اربعة مذاهب ولم یبق مذهب فی فروع المسائل سوی هٰذه الأربعة: ترجمہ۔بیشک اہلسنت تیسرے یا چوتھے قرن کے بعد مذاہب اربعہ میں بٹ گئے اوران چاروں مذاہب کے سوافروعی مسائل میں اب کوئی اور مذہب باقی نہیں ہے۔(تفسیر مظہری تحت آیت ولایتخذ بعضنا بعضاارباباالخ۔جلد ۲ص ۶۸ال عمران)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: وثانیاقال رسول الله ﷺ اتبعواالسواد الاعظم ولما اندرست المذاهب الحقة الاهٰذالاربعة کان اتباعهااتباعاللسوادالاعظموالخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم: ترجمہ:اوراس (تقلید) کادوسرافائدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایابڑی جماعت کی پیروی کرواور چونکہ مذاہب حقہ ان چاروں مذاہب کےعلاوہ نہیں ہے لہٰذاان کی اتباع سواداعظم کی اتباع ہےاوران سے انکارسواداعظم سے انکارہے۔(عقدالجید۔ص ۴۱)

معترض صاحب اگران بزگوں کی بات آپ کے نزدیک مسموع نہیں تواپنے مولویوں کی بات تو آپ لوگوں کے یہاں وحی کادرجہ رکھتی ہے اسے مانئے۔لیجئے آپ کے ایک بڑے مولوی عبدالحق دیوبندی لکھتے ہیں۔مذاہب اربعہ حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی کی حقانیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔(فتاویٰ حقانیہ۔ج ۲ص ۳۲)ایک دوسرے مولوی عبدالرحیم لاجپوری لکھتے ہیں ۔روئے زمین کے تمام اہلسنت والجماعت انہی ائمہ اربعہ کی تقلید کے دائرے میں منحصر ہوگئے اوراہل علم نے یہ اعلان کردیا کہ جوشخص ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج کرے وہ اہل بدعت ہے اہل سنت سے نہیں (فتاوی رحیمیہ۔ج ۱ص ۵۵)

الغرض چاروں مذاہب برحق اور یقینااہلسنت والجماعت سے ہیں جبکہ دیوبندی وہابی اللہ عزوجل اور رسول پاک ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے کے سبب نہ صرف خارج از اہلسنت ہیں بلکہ علی العموم کافرومرتد ہیں جیسا کہ فتویٰ حسام الحرمین اورالصوارم الہندیہ سے ظاہر ہے جس بناپرہم اہلسنت ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔لہٰذااس طرح کے شرائط وقیود نہ ان کو کوئی تحفظ فراہم کرسکیں گے اورنہ ہم کوکوئی نقصان تاہم ان شرطوں کا لحاظ اس وقت ہوسکتاہے جبکہ معترض پہلے خود کامسلمان ہوناثابت کرے، یہ بھی واضح کردوں کہ دلائل

شرعیہ کے مأخذ اربعہ کی جو تعریف معترض کی طرف سے ہے اس پر بھی بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے مگر چونکہ وہ ہم کو مضر نہیں اس لئے اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

معترض کی دوسری جہالت اور اس کا رد

معترض کس منہ سے خود کو احناف میں شمار کرتا ہے تعجب ہے! بے شرمی کی بھی انتہا ہوتی ہے جبکہ یہاں ساری حدیں پار ہو چکی ہیں کیوں کہ مسلک احناف میں وہ خود کو شمار بھی کر رہا ہے اور احناف کے متفقہ اصول وضوابط پر شب خون بھی مار رہا ہے۔ ورنہ اگر ذرہ برابر بھی اس کے اندر خود کے حنفی ہونے کی غیرت ہوتی تو کم از کم احناف کا یہ اصول کہ ,, اشیاء میں اصل اباحت ہے،، سامنے رکھ کر پہلے وہ خود ان اعتراضات کا علمی جائزہ لیتا پھر کسی چیز پر عدم جواز یا عدم اباحت کی دلیل قائم کرتا اور جب پوری تحقیق کے بعد اس پر یہ عیاں ہو جاتا کہ فلاں کام از روئے شرع غلط ہونے کے باوجود سنیوں کے یہاں باعث اجر وثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے تو اس کو ضرور حق تھا کہ ہم سے جواب طلب کرتا! مگر آنجناب نے ایسا نہیں کیا بلکہ محض اپنا مذہبی تعصب اور دیوبندی افکار ونظریات سے گھائل ہو کر سیدھے معمولات اہلسنت کے خلاف ہی ابل پڑے۔ جس سے اس کی بدعقیدگی کے ساتھ ساتھ جہالت بھی عیاں ہو گئی اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ مقلد تو ہے مگر امام اعظم کا نہیں اپنے نفس کا ہے جس کی لگام دست ابلیس میں ہے۔

البتہ خود کو حنفی بتا کر اس نے ہماری راہ آسان کر دی ہے کہ چلو اتنا تو ہے کہ بلا کسی دلیل کے وہ کسی چیز کا رخ، حرمت وکراہت کی طرف نہیں موڑ سکتا کیوں کہ عند الاحناف اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمہور من الحنفیۃ والشافعیۃ: یعنی جمہور احناف وشوافع کا مذہب مختار یہی ہے کہ اشاء میں اصل اباحت ہے (شامی ج ۱ ص ۹۸) اور اباحت کی شان یہ ہے کہ اسے حرام قرار دینا تو دور اگر آپ اسے مکروہ کی طرف بھی لے جائیں تو دلیل چاہئے جیسا کہ اسی میں ہے: لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل: یعنی کراہت بھی ایک حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے (ایضا ص ۵۹۷)

دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولوی تقی عثمانی صاحب نے تو اشیاء میں حلت ہی کو اصل مان لیا ہے جیسا کہ وہ آیت پاک: هو الذی خلقلکم مافی الارض جمیعا: کی تفسیر میں لکھتے ہیں،، اسی آیت سے فقہاء نے یہ اصول بھی مستنبط کیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز اصل میں حلال ہے اور جب تک کسی چیز کی حرمت پر کوئی دلیل نہ ہو اس وقت تک اس کو حلال ہی سمجھا جائے گا،، (آسان ترجمہ قرآن جلد اول صفحہ ۵۳)

کہیئے معترض صاحب! جب آپ کے رہنماؤں کا یہ فیصلہ ہے کہ جب تک کسی چیز کی حرمت پر کوئی دلیل نہ ہو اس وقت تک اس کو حلال ہی سمجھا جائے گا، تو پھر اس کے خلاف جا کر آپ کے لئے رسوائی کے سوا بچتا ہی کیا ہے؟ لہٰذا ہوش کے ناخن لیں ورنہ جس ڈور کو پکڑ کر بچنے کی کوشش کر رہے ہیں کہیں وہ آپ کے لئے پھانسی کا پھندہ ثابت نہ ہو جائے۔

حیرت کی بات یہ ہے معترض صاحب! کہ آپ خود کو علماء اہلسنت میں گنا رہے ہیں جبکہ یہ اعتراضات آپ کی دیوبندیت، وہابیت اور بدعقیدگی کو چیخ چیخ کر بیان کر رہے ہیں ورنہ آج جو امور عرف عام میں اہلسنت کی علامت بن چکے ہیں ان پر اس طرح کے لایعنی اعتراضات کوئی سنی کیوں کر کرسکتا ہے؟ پھر آپ جس فخر کے ساتھ خود کو حنفی کہہ رہے ہیں آپ کی جہالت و بغاوت اس کی شدت سے نفی کر رہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے آپ جیسوں کے لئے ہی شاید کسی نے کہا ہے۔

سجدہ خالق کو بھی مقتول سے ہمدردی بھی ؟
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟

لیجیئے اب ہم یہاں سے ترتیب وار آپ کے سوالات کے جوابات قلمبند کرتے ہیں جن سے نہ صرف ہماری حقانیت کا خورشید مسکراتا ہوا نظر آئے گا بلکہ آپ کی جہالت و بدعقیدگی کا پردہ بھی چاک ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہم یہ امید بھی رکھیں گے کہ اگر انصاف و دیانت نام کی کسی چیز سے آپ کی سماعت آشنا ہوگی تو یقیناً کسی مثبت نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کریں گے بشرطیکہ توفیق یزدانی شامل حال ہو۔ (نوٹ۔ سوالات من وعن نقل کرتا ہوں حالانکہ ان میں املاء کی بھی بے شمار غلطیاں ہیں، تا کہ ان کی علمی حیثیت کی قلعی کھل جائے)

فتنۂ شیطانی پر قہر ربانی کا آغاز

(سوال نمبر-1) یعنی پہلا اعتراض: جس طرح قرآن شریف میں ایک سو چودہ سورتوں میں سے بائیسواں پارہ سورہ احزاب کا رکوع نمبر ۷ آیت نمبر ۵۶ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہیں کیا اسی طرح سے قرآن شریف میں کہیں بھی قیام مروجہ کا بھی حکم دیا ہے؟ اگر دیا ہے تو سورۃ کا نام اور آیت کا نمبر بتائے۔

جواب: مجھے لگتا ہے کہ معترض اعتقادی مرض کے ساتھ ساتھ نسیان کے مرض میں بھی مبتلا ہے یا پھر عداوت اہلسنت کی وجہ سے اس کی عقل ماؤف ہو چکی ہے کیوں کہ جب دلائل اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت شدہ امر اس کے نزدیک قابل تسلیم ہے تو پھر قیام مولد کی دلیل صرف قرآن سے طلب کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟۔ واضح رہے کہ اس طرح کے اعتراض کا منشاء صرف یہ باور کرانا ہے کہ ذکر میلاد شریف کے موقع پر قیام ناجائز وحرام ہے جو دیوبندی دھرم کا اپنا خود ساختہ اور پرانہ عقیدہ ہے مگر یہ اعتراض جتنا پرانا ہے اس کا جواب اس سے کہیں زیادہ قدیم ہے جو اکابر وہابیہ دیابنہ کو بے موت مار چکا ہے شاید اسی وجہ سے معترض نے یہ ہوشیاری دیکھانے کی کوشش کی ہے کہ جواب میں آیات قرآنیہ کی نشاندہی کا مطالبہ کیا جائے لیکن یہاں تو ''الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں'' والا معاملہ درپیش ہے۔

قیام مولد شریف کے ثبوت میں دلائل بیان کرنے سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ سمجھانے کی بات ہے کہ عام حالت میں انسان کی ہیئت معروفہ چار ہیں کھڑا رہنا، بیٹھا رہنا، لیٹا رہنا یا پھر چلنا۔ اب معترض سے یہ وضاحت مطلوب ہے کہ درود و سلام مذکورہ چار ہیئتوں میں سے کس ہیئت پر پڑھنا جائز ہے اور کس ہیئت پر پڑھنا منع ہے اور جواز وممانعت کی دلیل کیا ہے؟ کیا قرآن کی کسی آیت میں یہ ہے کہ درود و سلام بیٹھ کر پڑھو کھڑے ہو کر نہ پڑھو؟ اگر ہے تو پیش کرے۔

مروجہ کسے کہتے ہیں

دیابنہ وہابیہ کی ایک مذموم حرکت یہ ہے کہ جب کبھی ان کو اہلسنت کے معمولات پر

سوال اٹھاتا رہتا ہے یا وہ اہلسنت کے سوالوں کا جواب دینے سے عاجز ہوجاتے ہیں تو ایک لفظ ،مروجہ، کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ کسی طرح سے اپنا بچاؤ ہو سکے۔مثلا ان کو آپ قیام کی دلیل دو تو کہیں گے قیام مروجہ کہاں جائز ہے؟ میلاد کی دلیل دو تو کہیں گے میلاد مروجہ کہاں جائز لکھا ہے وغیرہ جیسا کہ معترض نے اس فارمولے کا استعمال یہاں بھی کیا ہے لہٰذا یہاں رواج ومروج کی شرعی حیثیت کیا ہے بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ لفظ مروجہ کی آڑ میں ان کا دھوکہ طشت از بام ہوجائے۔

لفظ مروجہ رواج سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی آتا ہے۔عام دستور، رسم، ضابطہ، قاعدہ، معمول۔(فیروز اللغات۔ص ۳۸۲)اسی طرح مروج کا معنی ہے۔رائج کیا گیا، مستعمل (ایضا ص ۶۲۹)فقہاء کے یہاں اس کا شرعا اعتبار ہے۔خود علماء دیوبند نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے،،مفتی کو چاہئے کہ وہ رسم ورواج زمانہ کی اپنے الفاظ عرفیہ میں رعایت کرے،،(ج۱ص ۷۹)محولہ عبارت میں مذکور لفظ رواج نظر سے اوجھل نہ ہو۔یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علی العموم پوری دنیا کے مسلمانوں کا بارگاہ سیدالانبیاء علیہ افضل الصلوات والتسلیم میں اجتماعی طور پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا جو طریقہ ہے وہ یہی معروف طریقہ ہے جو ہم غربائے اہلسنت کے یہاں رائج ہے اور اسی مروجہ طریقے کو خبثاء وہابیہ دیابنہ ناجائز وحرام بلکہ شرک و بدعت کہہ کر مطعون کرتے ہیں حالانکہ اسلام میں جو معروف طریقہ رائج ہوجائے وہ بجائے خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ایک دیوبندی مولوی لکھتا ہے،،جہاں کوئی دلیل شرعی نہ ہو وہاں عرف دلیل ہے۔پس یہ عرف وہاں دلیل ہے جہاں کتاب وسنت کی دلیل موجود نہ ہو۔جب عرف کتاب وسنت کے خلاف ہو تو مردود ہے۔عرف کی دوقسمیں ہیں۔عرف عام اور عرف خاص۔عرف عام تو وہ ہے جو تمام شہروں یا پورے ملک میں رائج ہو اور عرف خاص وہ ہے جو بعض شہروں میں ہو اور بعض میں نہ ہو۔(فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں۔ج۱ص ۴۹)

ہاں ایسا عرف ورواج جس کے خلاف نص موجود ہے یا وہ رفع سنت ومخالف شریعت ہے تو اس کا مطلق اعتبار نہیں اور اگر مخالف نہ ہو تو عرف ورواج مقبول ہے۔حدیث پاک میں ہے:من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعدهٗ کتب له

مثل اجر من عمل بها ولاینقص من اجورھم شیء ومن سن فی الاسلامی سنۃ سیئۃ فعمل بھا بعدہٗ کتب علیہ مثل وزر من عمل بھا ولاینقص من اوزارھم شیء: یعنی جس شخص نے اسلام میں کسی نیک طریقے کو رائج کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی اسی طرح جس شخص نے اسلام میں کسی برے طریقے کو رائج کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی (مسلم جلد دوم ۳۴۱) حدیث پاک میں جب طریق حسن کے رائج کرنے والے کو ماجور کہا گیا تو اب مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کے اندر بلا کسی نکیر کے اگر کوئی عمدہ عمل رائج ہو تو خود فتاوی دارالعلوم دیوبند کے مطابق اس کی رعایت ضروری ہو جاتی ہے تو دیوبندی مولویوں کا کسی مستحسن مروجہ عمل کو صرف مروجہ کہہ کر مطلقا ناجائز کہنا سراسر ظلم اور اہلسنت سے عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر دین میں کوئی ایسا اچھا طریقہ رائج ہو جو بظاہر ہمیں کتاب وسنت میں نہ ملے تو ملت کے اکابر کا عمل اس کے لئے سندِ جواز کا درجہ رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے: ان النبی ﷺ سئل عن الأمر یحدث لیس فی کتاب ولا سنۃ فقال: ینظر فیہ العابدون من المؤمنین: یعنی حضور اقدس ﷺ سے اس امر محدث کے متعلق عرض کیا گیا جس کا ثبوت بظاہر کتاب وسنت میں نہیں ملتا، تو آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں تم عابدین مؤمنین کا عمل دیکھو۔ (سنن دارمی۔ ج۱، ص ۶۱)

صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر اہلسنت میں رائج معمولات جیسے میلاد، فاتحہ، سلام، قیام، اعراس وغیرہ کو دیکھئے کہ کیا یہ چیزیں بزرگان دین سے ثابت نہیں؟ کیا عابدین وصالحین نے ان کے جواز پر کتابیں نہیں لکھی؟ بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ علماء وصالحین ہی معمولات ھذا کے داعی ومحرک اور ان کی بقا وسلامتی کے امین ہیں تاکہ ذکر اللہ وذکر رسول ﷺ سے دنیا گونجتی رہے۔ لہٰذا مروجہ کی قید لگا کر کسی امر مستحسن کو رد کرنے کی کوشش

وہابیت و دیوبندیت تو ہو سکتی ہے مگر دینداری ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اس تفصیل کے بعد اب میں معترض سے پوچھتا ہوں کہ آپ کی دیوبندی جماعت میں تبلیغ کا، درس و تدریس کا، حدیث و قرآن پڑھانے کا، کتابیں لکھ کر چھاپنے و بیچنے کا، مدارس قائم کرنے کا، جلسے و اجتماعات کا جو طریقہ رائج ہے وہ جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو دلیل دیجئے اور اگر ناجائز ہے تو یہ سب کام کرتے کیوں ہیں؟ لہٰذا مروجہ کی قید لگا کر کسی امر مندوب کو ناجائز کہنے سے پہلے خوب سوچ لیا کیجئے تا کہ کہیں ذلیل نہ ہونا پڑے کیوں کہ آپ کے بڑے بڑوں کے پاس بھی اس سلسلے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیجئے آپ کی ضیافت طبع کے لئے آپ ہی کے گھر کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

مولوی افضل اعظمی صاحب لکھتے ہیں: ''ارشاد فرمایا (مولوی محمود حسن گنگوہی) کہ ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب نے تبلیغی جماعت پر بطور اعتراض کے میرے پاس خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ تبلیغی جماعت کا یہ نصاب: عمر میں سات چلے، سال میں ایک چلہ، مہینہ میں تین دن ہفتہ میں دو گشت اور روزانہ کی تعلیم کہاں سے ثابت ہے؟۔ میں (مولوی محمود حسن گنگوہی) نے جواب میں لکھا کہ ایسے امور کے ثبوت کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ خلاف شرع نہ ہوں، سو یہ خلاف شرع نہیں۔ (اب پلٹ کر سائل پر یوں اپنا نزلہ اتارتا ہے) آپ بتلائیں کہ آپ کے یہاں درس نظامی کا نصاب اور اس کی مدت اتنے سال، پہلے سال میں فلاں فلاں کتاب اور دوسرے سال میں فلاں فلاں، اسی طرح ہر سال فلاں نیز سال میں تین امتحان یہ سب کہاں سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے کہ آپ یہی کہیں گے کہ یہ خلاف شرع نہیں، اور تجربہ شاہد ہے کہ جو اس طرح پڑھ لیتا ہے وہ فاضل بن جاتا ہے اس کے ثبوت کے لئے اتنا کافی ہے، بس اسی طرح تبلیغی جماعت کے نصاب کو سمجھ لیجئے (حضرت مفتی محمود حسن صاحب اور جماعت تبلیغ ص ۲۹ بحوالہ ملفوظات۔ ۱ / ۱۳۴)،،

معترض صاحب! اس اقتباس کو بغور پڑھئے اور انصاف کا دامن ہاتھ میں لیکر سوچئے کہ آخر وہ ایسا کونسا شرعی پیمانہ ہے کہ آپ کے یہاں کا مروجہ طریقہ صرف اس لئے محمود ہے کہ اس کے خلاف آپ کے نزدیک کوئی شرعی ثبوت نہیں اور ہمارے یہاں کے مروجہ

معمولات جن کے جواز پر شرعی دلائل موجود ہونے کے باوجود ان کو آپ ناجائز وہ بدعت صرف اس لئے کہیں کہ آپ کے مذہبی مافیا اس سے اتفاق نہیں رکھتے، کیا آپ کی جماعت کے اسی مذہبی دوغلہ پن نے مسلمانوں میں انتشار کی چنگاریاں نہیں بھڑکائیں؟؟؟ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہر مروجہ عمل ناجائز نہیں اور نہ بلا کسی ثبوت شرعی کے اسے ناجائز کہا جاسکتا ہے لہٰذا قیام مولد پر مروجہ کہہ کر آپ کا انگلی اٹھانا انصاف و دیانت کا خون بہانا ہے جو کم از کم ایک مدعی اسلام کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

ثبوت قیام بوقت ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس بات سے کونسا سچا مسلمان انکار کرسکتا ہے کہ تعظیم و اکرام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمیع فرائض و واجبات سے اہم و اعظم فریضہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر جان ایمان و اصل ایمان ہے ۔شان رفیع یہ ہے کہ خود خداوند قدوس جل وعلا نے بندوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ: (سورۃ فتح آیت ۸/ ۹) اللہ جل مجدہٗ الکریم نے اس آیت پاک میں نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا خاص حکم فرمایا مگر اس بات کی کہیں کوئی صراحت نہ فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مخصوص انداز کیا ہوگا نہ کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے سامنے ہو تو تعظیم کرو اور سامنے نہ ہو تو تعظیم نہ کرو اور نہ یہ فرمایا کہ میرے حبیب کا ذکر بیٹھ کر کرو کھڑے ہو کر نہ کرو بلکہ مطلق تعظیم کا حکم فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ انسانی فطرت میں کسی معظم ہستی کی تعظیم کا قدرت نے جو مہذب جذبہ و انداز ودیعت کر رکھا ہے وہ محبوب و مستحسن ہے سوائے اس طریقے کے جس سے شریعت نے روکا ہو۔ جیسے ہماری شریعت میں غیر اللہ کے لئے تعظیما سجدہ کرنا جائز نہیں ۔جس کی اجازت خود آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگنے پر بھی نہ دی لیکن تعظیما کسی کے لئے قیام کرنے سے منع نہ فرمایا۔ (البتہ قیام کے اس انداز کو ناپسند ضرور فرمایا جو شان نبوت کے لائق نہیں اس لئے وہ ہمارے خلاف حجت بھی نہیں) اسی بنیاد پر اہل ایمان ذکر ولادت کے مبارک موقع

پر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہ میں بحالت قیام نذرانہ درود وسلام پیش کرتے ہیں جو نہ صرف عظمت و محبت رسول کا تقاضا ہے بلکہ دین و ایمان کی روشن علامت بھی ہے لہٰذا اس کے ناجائز و حرام ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں۔

اس بات سے بھی کسی کلمہ گو فرد کو مجال انکار نہیں کہ آقا ﷺ پر درود وسلام اللہ کا ذکر ہے۔خود نماز کے اندر تشہد اور درود کو ہی دیکھ لیجئے تو بطور ثبوت کافی ہے بلکہ اس کا اعتراف دیوبندیوں کے شیخ کبیر اشرفعلی تھانوی صاحب کو بھی ہے جیسا کہ وہ رقمطراز ہیں۔بہر حال حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر مبارک ایک عبادت ہے (میلاد النبی ﷺ۔ص ۸) اور آگے لکھتے ہیں۔حالانکہ درود شریف پڑھنا بذات خود عبادت ہے (ایضا ص ۹) اور ذکر کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: فَاِذَاقَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًاوَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے (سورہ نساء آیت ۱۰۲ پ ۵) ایک اور مقام پہ یہ ارشاد ہوا ہے الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ: یعنی جو لوگ اللہ کا ذکر کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر کرتے ہیں (سورہ اٰل عمران اٰیت ۱۹۱ پ ۳) ان آیات پاک میں کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر کا حکم ہے نہ وقت کی کوئی قید نہ کسی جگہ کی کوئی پابندی اس لئے ایک مسلمان نماز کے بعد مخصوص تسبیحات کا ورد کرتا ہے رات کو سوتے وقت درود پڑھتا ہے وضو کے وقت مخصوص دعائیں پڑھتا ہے وغیرہ اسی طرح محفل میلاد یا دینی مجالیس میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام بھی پڑھتا ہے کہ لکل شئی موضع ہر چیز کی ایک مناسب جگہ ہے تو اس میں قباحت شرعی کیا ہے کہ اور چیزیں تو کسی بھی ہیئت پر باعث اجر وثواب ہوں اور یہ ذکر کھڑے ہو کر کریں تو حرام ہو جائے؟۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔بلکہ دیوبندی شیخ الاسلام تقی عثمانی صاحب تو یوں کہتے ہیں،،یہ بات سمجھنے کی ہے،بسا اوقات لوگوں کو اس میں کافی غلطی پیش آتی ہے کہ کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دی ہیں یا کچھ چیزیں مسنون،مستحب اور باعث اجر وثواب قرار دی ہیں لیکن ان اجر وثواب کی چیزوں میں کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا کہ اس طرح کرو گے

تو ثواب زیادہ ہے اور اس طرح کرو گے تو ثواب کم ہے بلکہ جو طریقہ بھی بجالایا جائے وہ ثواب ہوتا ہے۔ (بدعت ایک گمراہی ۔ص ۲۷) لہٰذا معترض صاحب سے گزارش ہے کہ آپ پہلے اپنے شیخ الاسلام کی بات کو سمجھئے پھر ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھایئے یہی آپ کی صحت کے لئے بہتر ہوگا۔

قرآن کریم کی متعدد آیات پاک قیام تعظیمی کے ثبوت میں بطور اشارۃ النص و دلالۃ النص موجود ہیں اسی لئے اہلسنت کے نزدیک قیام صرف جائز ہی نہیں ایک امر مستحسن بھی ہے بلکہ جس علاقے میں اہلسنت اور بدمذاہب کے مابین یہ وجہ امتیاز قرار پاچکا ہو جیسے ہمارے علاقے میں تو یہاں محافل موالد میں قیام کرنا ہم واجب سمجھتے ہیں اگر چہ فی نفسہ یہ واجب نہیں ہے اس پر دلیل آگے آرہی ہے۔

یہ قاعدہ بھی ذہن میں رہے کہ کسی چیز کے جائز ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہ ہو اور مستحسن ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس فعل کو اچھا سمجھتے ہوں، لہٰذا قیام میلاد کے جائز ہونے کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں جبکہ جواز پر ہزاروں دلائل موجود ہیں اور مستحسن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمان اسے پسند کرتے ہیں نیز از دیاد محبت وقرب رسول کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور باعث اجر وثواب جان کر اس کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ حدیث پاک ہے فمارأی المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن: یعنی جس چیز کو مسلمان پسند کریں وہ عنداللہ بھی پسندیدہ ہے۔ (مسند امام احمد ج ۳ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۳۶۰۰)

قیام کے جائز و مستحسن ہونے پر ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اب تک جتنی باتیں پیش کی ہیں وہ عقل سلیم اور منصف مزاج افراد کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں مگر ضدی وہٹ دھرم طبیعتیں ہرگز نہ مانیں گی کہ قبولیت حق کی توفیق سے وہ محروم ہیں۔ لیکن احقاق حق ہمارا شیوہ ہے تو چند نصوص اور ذکر کرتے ہیں جن سے قیام تعظیمی کا مسئلہ مزید مدلل ومبرہن ہوتا ہوا نظر آے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذارأیتم الجنازۃ فقوموا حتی تخلفکم:

یعنی جب تم کسی جنازے کو گزرتا ہوا دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ گزر جائے (بخاری ج ۱ ص ۴۴۰) اس حدیث سے جنازہ کے لئے قیام ثابت ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: کانت فاطمة اذادخلت علیه ﷺ رحب بھاوقام الیھارواہ الحاکم: یعنی جب کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لاتیں تو آقا ﷺ ان کے لئے مرحبا کہتے ہوئے قیام فرماتے۔ (المستدرک ج ۳ رقم ۴۷۳۲) اس کو قیام محبت بھی کہہ سکتے ہیں۔

ابوداؤد میں ہے: کان النبی ﷺ یجلس معنافی المجلس یحدثنا فاذاقام قمناقیاماحتی نراہ قددخل بعض بیوت ازواجه: یعنی حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے ساتھ مجلس میں تشریف فرما ہو کر حدیث بیان فرماتے پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم سب بھی آپ کے لئے قیام کرتے یہاں تک ہم سب آپ کو کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہونے تک دیکھتے رہتے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحلم والاخلاق ج ۲) اس میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا نبی پاک ﷺ کے لئے تعظیماً قیام کرنا ثابت ہے۔

اسی طرح امام طبرانی نے روایت کی ہے عن ابن عباس عن امه ام الفضل ان العباس اتی النبی ﷺ فلمارأہ قام الیه وقبل مابین عینیه ثم اقعدہ عن یمینه: یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آقا ﷺ ان کے لئے قیام فرماتے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر ان کو اپنی داہنی جانب بٹھاتے۔ (المعجم الاوسط ج ۹ ص ۱۰۲)

ان احادیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی آقا کریم ﷺ از راہ شفقت و محبت اپنے غلاموں کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور غلاموں کا تو مشرب و مذہب ہی یہی ہوتا ہے کہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے لئے از راہ تعظیم و اجلال عشق کے سمندر میں غوطہ لگا کر قیام کرے اور جب آقا ہو کر غلاموں کی عزت و حرمت کا اتنا خیال فرمائیں تو غلاموں پر اپنے آقا کی تعظیم

وتوقیر کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہوگا، الغرض چشم بینا کے لئے اسی قدر کافی ہیں جبکہ اس مضمون کی کثیر حدیثیں کتبِ احادیث میں موجود ہیں اب اندھے کو نظر ہی نہ آئے تو اس کا مطلب سورج ہی نہیں نکلا یہ کس کو تسلیم ہے؟۔ اس پر مزید اطمینان کے لئے دیکھئے رسالہ "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ" از اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ۔

قیام کا ثبوت اکابر علماء دیوبند سے

نفس قیام کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے جو متفقہ امر ہے چنانچہ مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی مرزاپوری لکھتے ہیں: نفس ذکر ولادت کی طرح قیام میں بھی کسی کا اختلاف نہیں بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ جائز ہے۔ (تاریخ میلاد ص ۱۱۰) اور اس کا مستحسن و مروج ہونا حدیث پاک و معمولات مسلمین سے ثابت ہے پھر یہ مروجہ طریقہ بدعت نہیں یہ بات مولوی رشید احمد و اشرف علی تھانوی وغیرھما علماء دیوبند کے پیر صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مرحوم کے قول و فعل سے ثابت ۔جیسا کہ حاجی صاحب فرماتے ہیں۔"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷ ۲ مطبوعہ) خود مولوی اشرف علی صاحب راوی ہیں کہ ان کے مرشد گرامی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے تھے کہ۔اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھکو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (شمائم امدادیہ۔ص ۸۸)

یاد رہے کہ خاص درود وسلام کے واسطے اگر قیام ناجائز ہوجائے تو ہر جگہ ناجائز ہوگا۔ایسا نہیں کہ یہاں تو حرام رہے اور مدینہ منورہ میں جائز ہوجائے کیوں کہ یہ قیام یا تو قیام تعظیمی وتکریمی ہے یا قیام فرحت ومحبت ہے اور نبی ﷺ کے لئے تعظیم وتکریم اور فرحت ومحبت نہ صرف جائز بلکہ فرض ہے جیسا کہ فرمان الٰہی تعزروہ وتوقروہ سے عیاں ہے۔لہٰذا اس کے لئے کسی جگہ یا شہر کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر جگہ اس کا حکم یکساں ہے۔اب دیکھئے مدینہ طیبہ میں بحالت قیام درود وسلام کے قائل علماء دیوبند بھی ہیں چنانچہ مولوی زکریا کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں ،،جب قبر شریف کے مقابل سے گزرنا ہو تو کھڑے ہو کر سلام

کر کے آگے بڑھے حتی کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد شریف کے باہر بھی قبر شریف کے مقابل سے گزرے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے۔(فضائل اعمال باب فضائل حج آٹھویں فصل زیارت مدینہ ص ۱۲۰)اپنے ہی ایک بڑے مولوی کے اس قول سے معترضین و کو اتنا تو ماننا ہی پڑے گا کہ کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنا جائز ہے اور اس پر نکیر وملامت غلط ہے۔اگر اب بھی اطمنان نہ ہوا ہو تو مولانا عبدالحئی لکھنوئی کا فتویٰ ملاحظہ کرتے چلیں جن کو دیوبندی اپنے اکابر علماء میں شمار کرتے ہیں۔مولانا لکھنوئی حضرت امام برزنجی متوفی ۱۱۰۵ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں: وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف أئمة ذودرایة فطوبیٰ لمن کان تعظیمه ﷺ غایة مرامه ومرماه: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میلاد شریف کے موقع پر قیام کرنا صاحب درایت علماء کے نزدیک مستحسن ہے تو اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کا غایت مقصود تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔(مجموعۃ الفتاویٰ۔ج ۲،کتاب الحظر والاباحۃ۔ص ۲۸۶)

معترض نے مروجہ کی قید لگائی ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اصل اس کے نزدیک بھی جائز ہے بس رائج طریقہ غیر مناسب ہے،اگر ایسا ہے تو یہ بیان کرنا اس پر ضروری ہے کہ قیام کا صحیح طریقہ کونسا ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص جائز کھانا غلط ڈھنگ سے کھائے تو اس کو کھانے کا صحیح طریقہ بتانا ہے نہ یہ کہ کھانے ہی پر حرام کا فتویٰ جڑ دینا ہے۔لہٰذا قیام کو حرام کہنے والوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ ان کے نزدیک آیا قیام مطلقاً حرام ہے یا جواز کی بھی کوئی صورت ہے نیز حاجی صاحب جو قیام محفل مولد شریف میں کیا کرتے تھے وہ جائز تھا یا ناجائز؟مگر وہ اس سوال کا کیا جواب دیں گے کیوں کہ جن لوگوں کے لئے یہ چپانڈو مُلّے اہلسنت سے لڑتے ہیں اور جائز امور کو بدعت قرار دیکر فتنہ کرتے ہیں وہی لوگ قیام مولد شریف کو جائز کہہ گئے ہیں،افسوس جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

(سوال نمبر-2) یعنی دوسرا اعتراض: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں درود وسلام کے کلمات پڑھنے کے لئے بتائے ہیں وہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک پہلے ہے یا درود وسلام کے الفاظ پہلے ہیں صراحتاً جواب دیئے۔

جواب: یہ اعتراض نہیں بلکہ معترض کی جہالت کا پلندہ ہے اس کو خود ہی نہیں پتہ ہوگا کہ اس اعتراض سے اس کا منشا کیا ہے مجھے تو لگتا ہے کہ کسی جاہل نے اس کے سامنے کچھ بڑبڑایا ہوگا اور اس نے اٹھا کر اس کو نقل کر دیا ہوگا۔سوال کے اٹھان سے تو یہی ظاہر ہے۔بقول غالب۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اچھا چلئے مان لیجئے کہ حضور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درود وسلام کے کلمات جہاں پڑھنے کے لئے بتائے ہیں وہاں آپ کا اسم پاک بعد میں ہے تو اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نام اقدس پہلے لینا گناہ ہے یا بعد میں نام پاک مذکور ہو تو معاذ اللہ نبی پاک ﷺ کا مرتبہ گھٹ گیا؟ ارے نادان الفاظ کی تقدیم وتاخیر نہیں دیکھی جاتی بلکہ کلام کا نظم وضبط دیکھا جاتا ہے۔اگر کہیں نام اقدس بعد میں ہے اور نظم کلام کے موافق ہے تو یہی شان رفیع کے لائق ہے نیز اللہ ورسول اپنے کلام میں نام پاک کا ذکر خواہ جس مقام میں کریں وہی شان اقدس کے لائق ہے۔رہی بات عام لوگوں کے کلام میں تو وہ اپنے لغت کے حساب سے اللہ ورسول کا نام چاہے پہلے لیں یا بعد میں اگر کوئی شرعی قباحت نہیں ہے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں۔

ہاں اگر سوال کا مقصد یہ ہے کہ یانبی یارسول کہنا جائز نہیں تو یہ دیوبندی عقیدے کے مطابق تو ہوسکتا ہے اسلامی عقیدے کے مطابق ہرگز نہیں ہوسکتا کیوں کہ یانبی یارسول پکارنا ثابت الاصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز باعتبار اصل ثابت ہوتی ہے وہ اپنی بقا میں محتاج دلیل نہیں ہوا کرتی ہاں جو چیز خلاف اصل ہو وہ اپنی بقا میں محتاج دلیل ضرور ہوا کرتی ہے۔ پھر یانبی یارسول پکارنے کا ثبوت اس کثرت سے ہے کہ شمار ممکن نہیں۔خود دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب آیت پاک: لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا: کی تفسیر میں لکھتے ہیں،،حضور کا نام لیکر نہ پکارا کرو بلکہ یارسول اللہ یانبی اللہ کہا کرو(بیان القرآن۔سورۂ نور،آیۃ ۶۳،ص ۷۵۲)

اور اگر مقصد یہ بتانا ہے کہ نام اقدس پہلے لینا اور الفاظ درود وسلام بعد میں لینا جائز نہیں تو یہ سوچ بھی محض شیطانی ذہنیت کی پیداوار ہے کیوں کہ شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی ممانعت وارد نہیں بلکہ ثبوت وجواز ضرور موجود ہے ملاحظہ کیجئے۔حضرت سیدتنا زینب بنت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کربلائے معلیٰ میں حضرت سیدنا امام علی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو خاک وخون کے درمیان دیکھ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں یوں عرض گزار ہوئی تھیں: یا محمداہ یا محمداہ صلیٰ علیک اللہ وملک السماء: (البدایہ النہایہ۔ ج ۸ ص ۱۹۳) دیکھئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پہلے نام اقدس لیا پھر صیغہ صلوٰۃ کا استعمال کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ درود وسلام کے اندر نام پاک جس جگہ بھی لیا جائے کوئی حرج نہیں جبکہ قواعد زبان وبیان کے خلاف نہ ہو ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہمارے لئے یا محمد کہنا منع ہے لیکن یا نبی یا رسول کہنا منع نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں زیادہ دور کیوں جائیں بس کتب احادیث ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے تو نظر آئے گا کہ جب کوئی صحابی حدث پاک بیان کرتا ہے تو انداز یہ ہوتا ہے: قال رسول اللہ ﷺ یا قال النبی ﷺ: یعنی نام اقدس پہلے ہوتا ہے الفاظ درود وسلام بعد میں لہٰذا اگر سوچنے کا یہی انداز ہو جو معترض کا ہے تو یہ اعتراض ہم سے قبل اصحاب کرام رضی اللہ عنھم پر وارد ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ، صد بار لعنت ہو ایسی ذہنیت پر جو اصحاب رسول ﷺ پر اعتراض اٹھائے۔

(نوٹ) معترض کے اس مبہم اعتراض سے جو کچھ ظاہر ہے میں نے اس کا مختصر جواب دیدیا اب اگر اس کا منشا کچھ اور ہے تو وضاحت کرنا اس پر ضروری ہے۔

(سوال نمبر-3) یعنی تیسرا اعتراض: یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک آخر تک سلام پڑھنے کا طریقہ اللہ نے بتایا یا رسول ﷺ نے بتایا یا صحابہؓ میں سے کسی نے بتایا یا تابعی یا تبع تابعین میں سے کسی نے بتایا یا بڑے پیر صاحب نے بتایا یا خواجہ اجمیری نے بتایا؟ جواب دیا جائے۔

جواب: اللہ رب العزت اپنے حبیب لبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام نازل فرماتا ہے اس کے معزز فرشتے بھی حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی تاکید کی گئی کہ وہ بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتے رہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا: (سورۂ احزاب آیۃ ۵۶) اس آیت میں درود وسلام پڑھنے کا حکم مطلق ہے، پڑھنے کا طریقہ کیا ہوگا زبان کیا ہوگی انداز کیا ہوگا اس کا کچھ ذکر نہیں ۔لیکن مطلوب چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا ہے اس لئے اطلاق قرآنی کے پیش نظر کوئی بھی سلام ہو پڑھنا جائز ہی ہوگا جب تک اس کے خلاف دلیل ممانعت نہ ہو۔ بایں وجہ ہمارے اسلاف نے درود وسلام کے ان الفاظ وصیغ کے علاوہ جواحادیث سے منقول ہیں اپنے ذوق سلیم اور لطافت ایمانی سے متأثر ہو کر صلوٰۃ وسلام کے صیغوں پر مشتمل بارگاہ اقدس کے لائق کچھ ایسے کلام بھی منظوم کئے ہیں جن کی ادائیگی قلوب عشاق کو تسکین وارواح مؤمنین کو فرحت وانبساط ایمانی میں ڈبو دیتی ہے۔ جیسے حضرت امام بوصیری کا قصیدہ جس کو قصیدۂ بردہ کہا جاتا ہے اس کا پہلا شعر جو صلوٰۃ وسلام کے صیغوں پر مشتمل ہے اس طرح ہے۔ مولای صل وسلم دائما ابدا ★ علی حبیبك خیر الخلق کلهم۔ اور یہ قصیدہ اتنا مقبول ہے کہ آج تک دنیا کے گوشے گوشے میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ نہ اس پر کسی مسلمان نے کبھی کوئی اعتراض جتایا نہ کسی نے یہ کہا کہ اس کا ثبوت کہاں سے ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہ سلام منظوم کلام یانبی سلام علیك۔ یارسول سلام علیك۔ یاحبیب سلام علیك۔ صلوات اللہ علیك۔ بھی برسوں سے دنیائے سنیت میں پڑھا جارہا ہے جس کا مقصد اللہ کے حبیب کو راضی کرنا اور قرب الٰہی کا سامان کرنا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ دیوبندیوں کو اس سے تکلیف کیوں ہوتی ہے؟۔

یا نبی سلام علیک الخ یہ سلام کھڑے ہو کر عموماً اجتماعی شکل میں اور بعض لوگ انفرادی طور پر بھی پڑھتے ہیں۔تو معترض اگر یہ کہنا چاہتا ہے کہ اجتماعی طور پر پڑھنا کہاں سے ثابت ہے؟ تو ہم پوچھیں گے کہ آپ عدم اباحت پر دلیل لائیں! اگر آپ نہ لاسکیں تو ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جواز واباحت محتاج دلیل نہیں بلکہ عدم جواز واباحت محتاج دلیل ہے۔لہٰذا ایسی صورت میں ہم سے مطالبہ کرنا کہ سلام پڑھنے کا طریقہ اللہ نے بتایا یا رسول اللہ نے یا صحابہ نے بتایا یا تابعین یا غوث وخواجہ وغیرہ بزرگان دین نے، ایک فضول مطالبہ ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔ ہاں یہ مطالبہ قابل تسلیم ہوتا جبکہ ہم اس سلام کو انفرادی یا اجتماعی طور پر

پڑھنے کو فرض یا واجب یا کم از کم سنت جانتے بلکہ اس کا درجہ تو ہمارے یہاں فقط استحباب کا ہے جو: فمارأی المسلمون حسنافھو عنداللہ حسن : سے مزین ہے اس لئے یہ مطالبہ ہماری طرف سے ہوگا کہ یانبی سلام علیک یارسول سلام علیک الخ جس طریقے پر اہلسنت پڑھتے ہیں کیااس سے اللہ تعالیٰ نے یارسول اللہ ﷺ نے یا صحابہ نے یا تابعین نے یا تبع تابعین میں سے کسی نے یابڑے پیر صاحب نے یا خواجہ اجمیری نے منع کیا؟ جواب دیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی ،مولوی قاسم نانوتوی وغیرہم اکابر دیوبند کے پیرومرشد نے دیوبندی مذہب پر ممنوع طریقے کے خلاف قیام میلاد کیوں کیااور یہ کیوں کہا کہ،،مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتاہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہرسال منعقد کرتاہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتاہوں۔(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷ ۲ مطبوعہ) نیز اگر یہ غیر شرعی عمل ہے تو حاجی صاحب کے خلاف آج تک علماء دیوبند نے کوئی حکم شرعی کیوں نہیں سنایا؟۔

معترض کو یاد رکھنا چاہئے کہ اہلسنت کے یہاں میلاد قیام وغیرہ ،امور واجبہ میں سے ہرگز نہیں ہیں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ دیوبندیوں نے جب سے میلاد ،قیام، فاتحہ، درود وغیرہ مستحبات کی مخالفت کواپنی جماعت کے لئے وقار وعلامت اور وجہ امتیاز بنالیاہے تب سے سنیوں نے بھی سلام وقیام سمیت دیگر مستحبات کو اپنا مذہبی شعار بنالیا ہے تاکہ ان پر بدمذہبیت کا گمان نہ ہو۔اور مستحبات جب اہلسنت کے لئے شعار وعلامت بن جائیں اور اس کی مخالفت بدمذہبیت کہلائے تو حسب موقع ان کو بجالانا واجب ہوجاتا ہے ۔اس سلسلے میں مشہور دیوبندی عالم مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی سنئے ۔مولوی صاحب سے سوال ہوا،کیا فرماتے ہیں علمائے دین سید المرسلین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذکر مناقب چار یار کبار سید الابرار عبادت اور شعار اہلسنت ہے یا نہیں اور بمقام مزاحمت اہل تشیع اس کا اجرأ واجب ہے یا نہیں اور نعت حبیب کردگار و مدح چار یار کبار کے قصائد بغیر باجے بدون رعایت قواعد موسیقی ایک دو آدمی یا چند آدمی مل کر پڑھیں تو جائز ہے یا نہیں ، الجواب:۔ ذکر مناقب چار یار کبار عبادت ہے اور جن مواقع میں روافض کی مجالس ہوتی ہوں اور ذکر چار

یار کی مزاحمت ہوتا ہو اور فساد عقائد عوام کا اندیشہ ہوتا ہو وہاں ذکر مناقب چار یار شعار سنیت ہوگا اور واجب ہوگا لان ماتوقف علیه الواجب واجب ۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی نعت اور چار یار کبار کی مدح نظماً یا نثراً پڑھنا فی حد ذاتہ جائز و مستحب ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ خلیل احمد عفی عنہ، مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم (فتاوی مظاہر العلوم ۔ ج ا، ص ۳۶۵) اس فتوے کی تصدیق ایک دو نہیں بیس بڑے علمائے دیوبند نے کی ہے جیسے مولوی عنایت الٰہی، مولوی نور الحسن مدرس دوم، مولوی ثابت علی، مولوی عبد اللطیف، مولوی محمد ضامن، مولوی محمد یحیٰ، مولوی محمد عبد اللہ مدرسین مدرسہ مظاہر العلوم ۔ اس کے آگے مولوی عزیز الرحمٰن مدرس دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں, جواب مذکور صحیح ہے بے شک ذکر مناقب چار یار عبادت ہے، اور بصورت مزاحمت روافض بغرض حفاظت عامہ مؤمنین ذکر مناقب چار یار ضروری اور واجب ہے، اور نعت سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوات والتسلیمات و مدح چار یار نظماً یا نثراً منفرداً یا مجتمعاً فی حد ذاتہ جائز و مستحب و باعث خیر و برکت ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند (ایضا ۔ ص ۳۶۶) اس پر دار العلوم دیوبند کے بڑے بڑے ۱۲ مدرسین کی تصدیقات ہیں جیسے مولوی محمد احمد مہتمم، مولوی محمود صدر المدرسین، مولوی محمد فاضل، مولوی گل محمد خان، مولوی اصغر حسین، مولوی انور، مولوی سہول، مولوی مرتضیٰ حسن، مولوی محمد احمد، مولوی حبیب الرحمٰن مدرسین دار العلوم دیوبند، مولوی شفیع، مولوی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ ۔

اب مولوی خلیل احمد سہارنپوری سمیت بیس اکابر علمائے دیوبند کے مذکورہ جواب و تصدیقات سے پہلی بات یہ صاف ہوئی کہ نعت رسول مقبول ﷺ کے ساتھ ذکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین عبادت اور شعار سنیت ہے ۔ دوسری بات یہ صاف ہوگئی کہ شعار کا تحفظ و اجراء عند المزاحمت واجب ہے ۔ تیسری بات یہ صاف ہوگئی کہ نعت و منقبت نظما ہو یا نثرا انفرادی و اجتماعی دونوں صورتوں میں پڑھنا جائز ہے ۔ اور اب پہلی صورت کے پیش نظر ہم کہیں گے کہ آقا ﷺ پر صلوٰۃ و سلام سب سے عمدہ نعت پاک اور ذکر صحابہ سے افضل ترین ذکر ہے لہٰذا وہابی دیوبندی سمیت جملہ گستاخان رسول کے بالمقابل یہ قوی ترین شعار سنیت ہے ۔ اور دوسری

صورت میں کہیں گے کہ جب اس شعار کی مخالفت اور مزاحمت ہونے لگے تو اس کا جاری کرنا اور بجالانا واجب ہے۔لہٰذا وہابی دیوبندی جب میلاد و قیام وغیرہ شعار اہلسنت کی مخالفت کریں تو ان شعار کا اجراء اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔اور تیسری صورت کے پیش نظر کہیں گے کہ یانبی سلام علیک، یارسول سلام علیک الخ جس طریقہ پر اہلسنت پڑھتے ہیں بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔

منکرین قیام کی پریشانی بڑھانے کے لئے یہاں ایک دیوبندی مولوی کی کتاب (فضیلتِ صلی اللہ علیہ وسلم،، وکراہتِ صلعم و صللم،،) سے محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کا ایک ارشاد پیش خدمت ہے لطف کی بات یہ ہے کہ کتاب لکھنے والے اور حضرت شیخ کے ارشاد کی اردو میں ترجمانی کرنے والے مولوی روح اللہ نقشبندی غفوری ہیں، اس کتاب کو پسند کرنے والے مولوی عبد الحفیظ مکی جو مولوی زکریا کاندھلوی مصنف ”فضائل اعمال“ کے خلیفہ مجاز ہیں، اس پر تقریظ لکھنے والے مولوی نظام الدین شامزئی ہیں اور سب کے سب پکے دیوبندی ہیں۔مولوی صاحب رقمطراز ہیں۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید دعا میں فرماتے ہیں۔یا اللہ! (عزوجل) میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جو کہ تیری بارگاہ بے کس پناہ کے لائق ہو، میرے سارے عمل کوتاہیوں اور فساد نیت سے ملوث ہیں سوائے ایک عمل کے۔۔۔وہ عمل کون سا ہے؟ وہ ہے تیرے پیارے حبیب (ﷺ) کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر نہایت ہی انکساری، عاجزی اور محتاجی کے ساتھ درود وسلام کا تحفہ پیش کرنا، اے میرے رب کریم! (عزوجل) وہ کون سا مقام ہے جہاں اس درود وسلام کی مجلس کی نسبت زیادہ خیر و برکت اور رحمت کا نزول ہوتا ہوگا؟ اے میرے پروردیگار! (عزوجل) مجھے سچا یقین ہے کہ یہ (درود وسلام والا) عمل تیری بارگاہ میں ضرور قبول ہوگا، اس عمل کے رد ہو جانے یا رائیگاں جانے کا ہر گز ہر گز کوئی راستہ نہیں ہے، کیوں کہ جو اس (درود وسلام کے) دروازے سے آئے اسے اس کے رد ہو جانے کا کوئی خوف نہیں ہے۔(فضیلت ﷺ وکراہت صلعم و صللم ص ۱۲۷۔ناشر مکتبہ عمر فاروق کراچی)

(سوال نمبر-4) یعنی چوتھا اعتراض: مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔۔۔

آخر تک پڑھنے کا حکم قرآن یا حدیث میں یا اجماع امت یا قیاس مجتہد میں سے کہاں ثابت

ہیں؟ جواب دیا جائے۔

جواب: آدمی جب آتش عداوت میں جھلس جاتا ہے تو اس پر صالح سوچ وفکر کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اس پر اگر علم وبصیرت سے تہی دست ہو تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کی جہالت کیا گل کھلائے گی۔ معترض پہلے یہ واضح کرے کہ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام الخ ۔ پڑھنے کا وجوبی یا تاکیدی حکم کس نے لگایا کیا اہلسنت کی کسی کتاب میں یہ دیکھا سکتا ہے کہ فلاں سنی عالم نے حکم لگایا ہے کہ یہ سلام پڑھنا ضروری ہے؟ اگر نہیں دیکھا سکتا تو اس طرح کا سوال کرنا ہی کھلی بیہودگی ہے۔ کیونکہ اس طرح کا سوال وہاں جائز ہوتا ہے جہاں اس سلام کے نہ پڑھنے والوں کو گنہگار مانا جائے جبکہ ہمارے یہاں اس طرح کا کوئی فضول تصور ہے ہی نہیں پھر قرآن، حدیث، اجماع، قیاس سے اس پر دلیل مانگنا چہ معنی دارد؟ دراں حالیکہ اباحت ورضائے مسلمین نے اس کو پہلے ہی سے عدم جواز کے دائرے سے خارج کر رکھا ہے۔ لیکن علی سبیل التنزل اگر اس اعتراض کو جائز مان لیا جائے تو ہمیں بھی یہ پوچھنے کا مکمل حق ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھا جانے والا ترانہ کہاں سے ثابت ہے جس کا مطلع ہے۔

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں منارہ ہے

دیوبندی شاعر مولوی ریاست علی ظفر بجنوری کا یہ کلام تقریباً تیس اشعار پر مشتمل ہے جس میں دارالعلوم دیوبند کے تمام اکابر کو عقیدت کا خراج پیش کیا گیا ہے۔ اب پوری دیوبندیت سے ہمارا یہ سوال ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی شان میں قصیدہ یا ترانہ خاص طور سے یہ ترانہ،، یہ علم و ہنر کا گہوار۔ آخر تک پڑھنے کا حکم کہاں سے ثابت ہے قرآن و حدیث سے یا اجماع امت وقیاس سے؟ جواب دیا جائے۔

کس قدر حیرانی اور ظلم کی بات ہے کہ مذہب دیوبندیہ میں دارالعلوم دیوبند کی تعریف وتوصیف اور قصیدہ خوانی پورے جوش وولولہ، عزم وہمت اور عقیدت ومحبت کے ساتھ کی جائے تو کوئی شرعی مواخذہ نہیں اور ہم لوگ آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ عالی وقار میں الفاظ درود وسلام پر مشتمل یہ منظوم کلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھیں تو ہم سے دلیل شرعی کا مطالبہ ہو۔ ع۔ نجدیا سخت گندی ہے طبیعت تیری!

اس سچائی سے کس کو انکار ہے کہ دیوبندیوں کو رسول کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف سے تکلیف ہوتی ہے جس کا اظہار وہ طرح طرح کے لایعنی اعتراضات سے کرتے رہتے ہیں مگر جس رسول کی شان میں خود رب عزوجل نے: ورفعنا لك ذكرك : فرمایا ہو اس معزز ہستی کو کسی خبیث النفس کی ذلیل حرکتوں کی کیا پرواہ۔ کیا خوب کہا ہے امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیحضرت قدس سرہٗ نے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے　　یہ گھٹائیں اسے منظور ہے بڑھانا تیرا

الحمدللہ سنیوں کا وظیفہ ہی ثنائے سرکار دو جہاں ﷺ ہے اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی مدح وثنا عین سنت الٰہیہ ہے اس لئے ہمارے اکابر سرور کائنات ﷺ کی محبت کا گیت گاتے ہوئے اور لوگوں کو اس نیکی کا درس دیتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ چودھویں صدی کے مجدد حامی سنت ماحی بدعت قاطع کفر وضلالت ہادم قلعہ دیوبندیت وو ہابیت حضور اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس اللہ سرہ نے تیرہویں صدی کے اواخر و چودھویں صدی کے اوائل میں اپنے پیش رو بزرگوں کے طریقے کو روشن کرتے ہوئے دنیائے اسلام کو محبت رسول کا ایسا درس دے گیا جس کی کشش و دھمک چہار دانگ عالم میں آج بھی پھیلی ہوئی ہے اور انشاءاللہ پھیلتی جائے گی۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں　　کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

یہاں مجھے حضور اعلیحضرت قدس سرہٗ کی تعریف وتوصیف کرنا مقصود نہیں ہے اور اگر کروں بھی تو لوگ کہیں گے کہ اپنے بزرگوں کی تعریف کون نہیں کرتا لیکن چونکہ کلام کی قدر وقیمت متکلم کی حیثیت علمی کے مطابق ہوتی ہے اس لئے حضور اعلیحضرت قدس سرہٗ کی علمی جلالت وشان کے تعلق سے اپنے علماء کی کوئی بات پیش کرنے کے بجائے مشہور دیوبندی مؤرخ مولوی سید عبدالحئی لکھنوئی کا یہ اعتراف نقل کردیتا ہوں: كان عالما متبحرا كثير المطالعة واسع الاطلاع له قلم سيال وفكر حافل فى التأليف ---- يندر نظيرهٗ فى عصره فى الاطلاع على الفقه الحنفي وجزئياته

یشھد مجموع فتاواہ و کتابہ:(نزھۃ الخواطر ۔ج ۸،ص۱۱۸۲) اسی مانا ہوا متبحر عالم ربانی کالکھا ہوا کلام ہے۔

"مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام"

تقریبا۱۷۲/اشعار پر مشتمل اس سلام کی ادبی وفنی ندرت اور کمال فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے ادباء وشعراء عش عش کر اٹھتے ہیں اور ہماری مجلسوں میں یہ سلام بزبان اردو اپنے آپ میں بے نظیر وکیف وسرور میں خوب تر ہونے کی وجہ سے اکثر پڑھا جاتا ہے نیز اس کلام میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا،وصف وشان امتیاز پر اس خوبصورت انداز میں سلام بھیجا کیا گیا ہے کہ اردو منظومات میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی بایں ہمہ پچھلے سوسال سے زائد عرصے سے دنیائے سنیت کے بڑے بڑے علماء ومشائخ اس کو پڑھتے آرہے ہیں اور عوام اہلسنت بھی مکمل ذوق وشوق سے اسے پڑھ کر محظوظ ہوتی ہے۔اب حضور سراپا رحمت وسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اعدائے دین کو میسر نہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اہل نصیب کو بھی اس سے محروم کردیا جائے اور پڑھنے والوں پر یہ الزام رکھ دیا جائے کہ وہ اس سلام کو پڑھنا واجب سمجھتے ہیں۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

اگر ضابطہٴ اعتراض یہی ہے جو معترض نے اپنا رکھا ہے تو اب ہم بھی اس سے پوچھتے ہیں کہ،،انجمن احناف اتحاد اہلسنت والجماعت،،بنانے کا حکم کہاں سے ثات ہے۔بیس سوال پرچے میں لکھ کرکسی کے ہاتھ میں تھما کرمناظرہ مناظرہ چلانا کہاں سے ثابت ہے۔ جہلاء کی جماعت کو تبلیغی جماعت قراردینا،ان کا گاؤں گاؤں قریہ قریہ بوریہ بستر لیکر گھومنا،بنگلہ زبان میں جھوٹی حدیثیں گڑھ کر لوگوں کو سنانا،فضائل اعمال کتاب کا پڑھنا،تبلیغی نصاب کا کورس کرانا وغیرہ کا حکم کہاں سے ثابت ہے؟ قرآن یا حدیث سے یا اجماع امت وقیاس سے؟ جواب دیا جائے۔پس ایسی صورت میں جو جواب آپ کا ہوگا وہی جواب سلام مذکور پڑھنے کے بارے میں ہمارا بھی ہوگا۔

بات قدرے طویل ہوگئی اس لئے زیادہ کچھ کہنے کے بجائے اتنا اور بتادوں کہ یہ

بات مسلم ہے کہ قرآن وحدیث میں صلوٰۃ وسلام کا حکم مذکور ہے لیکن اس میں کسی خاص زبان میں پڑھنے کا حکم نہیں ہے اگر ہوتا تو بزعم علمائے دیوبند کم از کم وہ کسی اور زبان میں نہیں پڑھتے لیکن مولوی حکیم محمود اختر دیوبندی نے اردو زبان میں سلام لکھا ہے اور پڑھا بھی ہے ملاحظہ ہو حکیم صاحب کے لکھے ہوئے سلام کا مطلع اور ایک شعر۔

السلام اے تاجدار انبیاء　　السلام اے مجتبیٰ و مصطفیٰ

السلام اے مخزن جود وعطا　　السلام اے پیکر صدق وصفا

(حرمین شریفین میں حاضری کے آداب ص ۲۹)

تقریباً ۱۴ یا ۱۵، اشعار پر مشتمل اس منظوم سلام کو پاکستان کے ایک مشہور ومعروف دیوبندی عالم و پیر حکیم محمود اختر کا پڑھنا اور اپنی کتاب میں لکھنا یہ ضرور ثابت کرتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں کسی بھی زبان میں سلام عرض کرنا علمائے دیوبند کے نزدیک بھی بلاشبہ جائز ہے۔ لہٰذا مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کو لیکر ہمارے اوپر کسی طرح کا اعتراض کرنے کے بجائے دیوبندی حضرات کو چاہئے کہ پہلے حکیم موصوف سے یہ پوچھیں کہ اس سلام کے پڑھنے کا جواز آپ کو کہاں سے نصیب ہوا اور اس کا حکم آپ کو قرآن وحدیث یا اجماع امت وقیاس مجتہد میں سے کہاں سے ملا؟ پھر جو جواب حکیم صاحب کی طرف سے ہوگا اسی پر ہمارے جواب کو بھی قیاس کیجئے گا اور ہمیں مطلع بھی۔ ممکن ہے معترض کی اس حرکت پر حکیم صاحب اپنا آپا کھو بیٹھیں اور اس جہالت کا جواب کسی زناٹے دار تھپڑ سے دیتے ہوئے کہیں کہ جاہل اس طرح کے سلام پڑھنے لکھنے پر ممانعت کہاں سے ثابت ہے؟۔ یا پھر کسی پاگل کھانے کی طرف اس کی رہنمائی کر دیں۔ اسی لئے بڑوں نے کہا ہے کہ کسی پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے پہلے اپنے ہوش وحواس کا جائزہ لینا چاہئے ورنہ ہوسکتا ہے کہ جوتا بھی اپنا ہو اور سر بھی اپنا بس ناظرین اور رہوں۔

یہ اعتراضِ معترض کا ایک مختصر جواب ہوا لیکن اب جو کچھ اس کے آگے میں بیان کرنے جا رہا ہوں اس سے معترض صاحب اور ان کی ٹیم پر غشی ہی نہیں موت بھی طاری ہو سکتی ہے کیوں کہ جس لاکھوں سلام منظوم کلام کو لیکر ان کو طلب دلیل کا دورہ پڑا ہے ٹھیک اسی

طرز پر لاکھوں سلام ان کے بڑے بڑے اور سڑے سڑے ملے خود پڑھ لکھ چکے ہیں۔ یقین نہ ہوتو دیکھ لیجئے دیوبندیوں کے ایک ٹریڈ مارک مولوی انور حسین نفیس الحسینی سیالکوٹی (پ ۱۳۳۳ھ/۱۹۳۳ءم ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء) صاحب کا یہ منظوم کلام بنام لاکھوں سلام، جو موصوف کے مجموعہ کلام نفائس النبی میں درج ہے۔

تاجدار نبوت پہ لاکھوں سلام　　شہر یار نبوت پہ لاکھوں سلام

سید الاولیں، سید الآخریں　　نامدار نبوت پہ لاکھوں سلام

فخر اولاد آدم پہ اربوں درود　　افتخار نبوت پہ لاکھوں سلام

پچیس اشعار پر مشتمل اس سلام کا آخری شعر اور مقطع یوں ہے۔

ساری امت پہ ہو ان گنت رحمتیں　　پاسدار نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کو ترسا کئے چشم و دل اے نفیس　　اس دیار نبوت پہ لاکھوں سلام

(نفائس النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ص ۴۱/ ۴۲/ ۴۳)

واضح رہے کہ مولوی نفیس الحسینی صاحب کوئی چھوٹے موٹے دیوبندی نہیں ہے کہ اس کی بات قابل اعتنا نہ سمجھی جائے بلکہ اس کا شجرۂ تلمذ وطریقت دونوں کا تعلق دیوبند سے ہے چنانچہ یہ مرید وخلیفہ ہے مولوی عبدالقادر رائپوری کا وہ مرید وخلیفہ ہے مولوی عبد الرحیم رائپوری کا اور وہ مرید وخلیفہ ہے مولوی رشید احمد گنگوہی سرخیل اعظم گروہ دیوبندی کا۔

لہٰذا اس انکشاف کو دیکھ کر معترض صاحب اگر زندہ ہے تو ان پر لازم ہے کہ یا تو وہ سلام رضا پر کیا گیا اپنا اعتراض واپس لے لے اور معافی مانگے یا پھر یہی اعتراض اپنے اکابر مولویوں پر دوہرائے اور ان کا گریبان پکڑ کر یہ پوچھیں کہ جو چیز ہمارے یہاں جائز وہ سنیوں کے یہاں کیسے ناجائز ہو جاتی ہے؟

لطف کی بات یہ بھی ہے کہ نفیس الحسینی صاحب نے اپنے اس کلام کی ترتیب میں سلام رضا کی سوفیصدی تقلید کی ہے اگر چہ وہ رنگ و آہنگ پیدا کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی جو کلام رضا کا حصہ ہے لیکن اس کے ذریعے اپنے مکتبہ فکر کے لوگوں کو اس نے یہ دعوت دینے کی کوشش ضرور کی ہے کہ اعلیحضرت پر انگلی اٹھانا مناسب نہیں بلکہ ان کے قدموں سے

لپٹ کر یہ کہنا چاہیئے۔

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

(سوال نمبر-5) یعنی پانچواں اعتراض: قیام مروجہ کرنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ جواب دیا جائے۔

جواب: معترض مسئلہ قیام کو لیکر تکرار سوال کا مرتکب واقع ہوا ہے جس سے اسکی ہزیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر الحمدللہ اس سوال کا جواب ہم نے سوال اول ہی کے جواب میں دے دیا ہے جس کے اعادے کی اب بالکل حاجت نہیں تاہم اتنا ضرور پوچھیں گے کہ مسلمانوں کے بارے میں اس قدر بدگمانی کیوں ہے کیا ارشاد الٰہی اجتنبوا کثیرا من الظن کا کچھ بھی پاس ولحاظ نہیں؟ یا کم ازکم ظنوا المؤمنین خیرا ہی پر عمل کر کے کسی سنی عالم دین سے پوچھ لیتے کہ آپ لوگ قیام کو کیا سمجھ کر کرتے ہیں؟ اس کے لئے اتنا بکھیڑا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

بہر حال اعتراض کے تیور سے ظاہر ہے کہ اگر اس کو کم ازکم مستحب ہونے کی دلیل مل جائے تو قیام پر اعتراض نہیں کرے گا البتہ یہ اس وقت ممکن ہے جب اپنے اندر قبولیت حق کی جرأت ہولیکن افسوس گروہ دیوبند اور اس کی جملہ ہمنوا جماعتیں اسی جرأت سے عاری ہیں۔ پھر بھی دیوبندیوں کی ضیافت طبع کے لئے جملہ اکابر دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی مرحوم کا یہ فیصلہ سنا دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں۔ ”کوئی شخص عمل مولد کو بہیئت کذائیہ (موجودہ شکل یعنی مروجہ) موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی کے قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون (بغیر) قیام نہ ہو گا اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں،، (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۲۳)

دیکھ لیجئے خود پیر صاحب نے اپنے مریدوں کے عقائد پر کس بے دردی سے چھری چلادی ہے کہ مروجہ قیام کا ثبوت بھی فراہم فرمادیا اور اس پر قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سے دلیل نہ لاکر محض اپنے تجربہ یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق واعتماد کے ذریعہ قیام مروجہ کو بدعت کہنے سے بھی روک دیا۔ اب سوال کرنے والے کو تو اتنا شعور ہونا ہی چاہیئے کہ بدعت سنت کے مقابلے میں بولی جاتی ہے لہٰذا قیام مروجہ کو جب بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں تو کم ازکم

سنت سلف صالحین ہی کہئے ورنہ پیر صاحب کے بارے میں اعلان کر دیجئے کہ وہ بریلوی تھے۔

حاجی صاحب کے اس فرمان سے یہ بھی صاف ہوگیا کہ جملہ دیابنہ وہابیہ بصیرت کے ساتھ ساتھ بصارت سے بھی محروم ہیں کیوں کہ اگر بصیرت ہوتی تو دلیل نہ مانگتے اور بصارت ہوتی تو حاجی صاحب کا یہ فرمان ضرور پڑھتے پس یہ ناسمجھی و ناتجربہ کاری ہی تو ہے کہ ہر امر مستحسن پر شرک وکفر کا فتویٰ ٹھونک دیتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ اس وضاحت کے بعد اب یہی کہنا ہے کہ قیام مروجہ کے بارے میں جو عقیدہ حاجی صاحب کا ہے وہی عقیدہ ہم سنیوں کا بھی ہے۔

توجہ رہے کہ ماقبل میں ہم نے اعتراض نمبر ۳ کے جواب میں بیس اکابر علمائے دیوبند کا بیان کردہ ضابطہ نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جہاں بدعقیدہ لوگ ان جائز امور کی مخالفت کریں جو ان کی مذہبی شناخت بن جائیں تو ایسی جگہ ان جائز امور کو بجالانا شعار سنیت ہے اور انکار و مزاحمت کے وقت اس شعار کا بجالانا واجب ہے۔اس ضابطہ کی روشنی میں دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اس علاقے میں خصوصا،اکثر بلاد میں عموماً آج میلاد و قیام اہلسنت وغیر اہلسنت کے مابین خط امتیاز قرار پاچکا ہے یعنی میلاد وقیام کرنے والے اہلسنت اور انکار کرنے والے اہل بدعت قرار پاچکے ہیں بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ ہمارے داسپاڑ اعلاقے میں دیوبندی لوگ میلاد کے نام پر مجلسیں کرتے تو ہیں لیکن ان میں قیام نہیں کرتے الٹا قیام کو لیکر سنیوں سے آئے دین الجھتے رہتے ہیں یعنی قیام میلاد کے خلاف یہاں کے دیوبندی و بدمذاہب سخت مزاحمت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے اس علاقے میں اب یہ معیار بن چکا ہے کہ جو میلاد شریف میں قیام نہ کرے وہ یقینا دیوبندی وہابی ہے لہٰذا یہاں قیامِ میلاد نہ کرنا یا اس پر زور نہ دینا فساد اعتقاد کا سبب ہے جس کا ازالہ واجب ہے ثابت ہوا کہ ہمارے اس علاقے میں اور جہاں جہاں مزاحمین و منکرین قیام میلاد شریف موجود ہوں وہاں وہاں ازالۂ فساد عقائد کے لئے قیام کرنا واجب ہوگا۔

(سوال نمبر-6) یعنی چھٹا اعتراض: فرض،واجب،سنت،مستحب کس کو کہتے ہیں؟اس کا جواب دیا جائے۔

جواب: اس کو میں اعتراض نہیں سوال کہوں گا لیکن اس کی یہاں ضرورت کیا تھی اور سنی دیوبندی اختلافات سے اس کا کیا لینا دینا ہے یہ سمجھ سے بالا تر ہے البتہ یہ دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ علاقہ داسپاڑا کے وہابی دیوبندی واقعی علم کے معاملے میں بالکل یتیم اور سمجھ کے معاملے میں ایک دم کورے ہیں ورنہ وہ اس سوال کو کہ فرض، واجب، سنت، مستحب کسے کہتے ہیں اس فہرست میں ہرگز نہ رکھتے۔ مجھے لگتا ہے کہ معترضین نے کسی مدرسہ کے ابتدائی بچوں کا امتحانی پرچہ چرایا ہوگا اور اپنے علمی معیار کے مطابق یہ سوال ان کو کافی گراں محسوس ہوا ہوگا تو سوچا ہوگا کہ چلو دوسرے اعتراضات کے ساتھ ساتھ اس سوال کو بھی نتھی کردو تا کہ کسی طرح بیس سوالات پورے ہو جائیں اور اپنے لوگوں کو بیوقوف بنانے کا تھوڑا موقع اور مل جائے۔

لوگ کہتے ہیں کہ سوالات کی دنیا کافی وسیع ہوتی ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اہل حق پر اعتراض کرنے والوں کی یہ دنیا بھی نہایت ہی تنگ ہے حتیٰ کہ دیوبندیوں کے پاس اس طرح کے بے محل سوالات کے علاوہ اور کچھ بچا ہی نہیں ہے۔ اور الحمدللہ! علمائے اہلسنت نے ان کے ایک ایک اعتراض پر سوسو کتابیں لکھ ڈالی ہیں جن سے یاران دیوبند کے خرمن علم وعقیدہ خاکستر ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ مقام اس سوال کا متحمل ہے ہی نہیں تو اس کا جواب دینا بھی ضرورت سے خالی ہے لیکن جانِ مخالفین اہل حق پر شدت مقصود ہے تو جواب دیدینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ فرض، واجب وغیرہ کی تعریف میں معترضین کسی جہالت کے شکار ہیں تو پردہ اٹھ جائے۔

فرض کی تعریف: فرض کی تعریف میں سید السند علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: الفرض ماثبت بدليل قطعي لاشبهة فيه،يكفر جاحده ويعذب تاركه۔ الفريضة فعيلة من الفرض: وهو في اللغة التقدير،وفي الشرع ماثبت بدليل مقطوع كالكتاب والسنة والاجماع،وهو على نوعين:فرض عين وفرض كفاية،ففرض العين مايلزم كل واحداقامته ولايسقط عن البعض باقامة البعض كالايمان ونحوه،وفرض الكفاية:مايلزم جميع المسلمين اقامته،ويسقط

باقامة البعض عن الباقین کالجھاد وصلوٰۃ الجنازۃ: ترجمہ۔فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہ ہو اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے اور اس کے چھوڑنے والے کو عذاب ہوگا۔یہی معنی فریضہ کا ہے جو فعیلۃ کے وزن پر فرض سے ماخوذ ہے،اس کا لغوی معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور شرعی معنی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ،سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہو۔اور فرض کی دو قسمیں ہیں فرض عین اور فرض کفایہ،فرض عین وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ہر فرد مکلف پر لازم ہوتا ہے اور بعض کے ادا کرنے سے بعض پر سے ساقط نہیں ہوتا جیسے ایمان وغیرہ۔اور فرض کفایہ وہ ہے جس کا ادا کرنا تمام مکلف مسلمان پر لازم ہوتا ہے لیکن بعض کے ادا کر لینے سے باقی بعض سے اس کی ادائے گی ساقط ہو جاتی ہے جیسے جہاد ونماز جنازہ وغیرہ۔(معجم التعریفات باب الفاءص ۱۳۹)

اصول بزدوی میں ہے:والفرائض فی الشرع مقدرۃلا تحتمل: زیادۃ ولانقصانا،ای مقطوعۃثبت بدلیل لاشبھۃ مثل الایمان والزکوٰۃ والصلوٰۃ والحج سمیت مکتوبۃ: ترجمہ۔اور فرائض شرع مطہرہ میں اس اندازے کا نام ہے جو زیادتی ونقصان کا احتمال نہیں رکھتا یعنی جو بلا شبہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے جیسے ایمان،زکوٰۃ،نماز اور حج جن کو مکتوبہ بھی کہا جاتا ہے۔(اصول بزدوی ص ۱۳۶)

واجب کی تعریف: واجب کی تعریف میں حضرت سید السند فرماتے ہیں:۔الواجب فی اللغہ: عبارۃ عن السقوط،قال اللہ تعالیٰ [فاذاوجبت جنوبھا] ای سقط،وھو فی عرف الفقھاء:عبارۃ عما ثبت وجوبہ بدلیل فیہ شبھۃ العدم کخبر الواحد ، وھو مایثاب بفعلہ،ویستحق بترکہ عقوبۃ لولاالعذر حتی یضلل جاحدہ ولا یکفر بہ: ترجمہ۔واجب کے لغوی معنی سقوط کے آتے ہیں اور اصطلاح فقہاء میں واجب اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں عدم کا شبہ ہو جیسے خبر واحد،اور اس کا ادا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور بلا عذر ترک کرنے والا عذاب کا حقدار ہوتا ہے،ہاں اس کا منکر گمراہ ہوگا کافر نہیں ہوگا۔(معجم

التعریفات باب الواوٓ ص ۲۰۸) بالفاظ دیگر ومختصر: ماطلب الشرع فعله طلبا جازما بدلیل ظنی فیه شبهة :۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ا ص ۵۲)

سنت کی تعریف: سنت کی تعریف میں حضرت میر رقمطراز ہیں: السنة فی اللغة:الطریقة مرضیة کانت اوغیرمرضیة،وفی الشریعة هی الطریقةالمسلوکة فی الدین من غیر افتراض ولاوجوب،فالسنة ماواظب النبی ﷺ علیهامع الترك احیانا: ترجمہ۔سنت کا لغوی معنیٰ طریقہ کے ہیں خواہ پسندیدہ ہو یا غیر پسندیدہ اور اصطلاح شریعت میں سنت اس طریقہ مسلوک فی الدین کو کہتے ہیں جس پر نہ فرض کا حکم ہو نہ واجب کا۔لہٰذا سنت وہ ہے جس پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت فرمائی ہو لیکن کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔

سنت کی ایک اور تعریف مزید تفصیل کے ساتھ یوں فرماتے ہیں: السنة لغة العادة، وشریعة: مشترك بین ماصدر عن النبی ﷺ من قول،او فعل،او تقریر،وبین ماواظب النبی ﷺ علیه بلاوجوب،وهی نوعان:سنة هدیٰ یقال لها:السنة المؤکدة کالاذان، والاقامة، والسنن، والرواتب، والمضمضه، والاستنشاق،علی رأی،وحکمه کالواجب المطالبةفی الدنیاالاان تارکه یعاقب وتارکهالایعاقب: ترجمہ۔سنت لغت میں عادت کو کہتے ہیں اور شریعت میں یہ معنیٰ مشترک ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول،فعل،تقریر اور اس طریقہ کے درمیان جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا وجوب کے ہمیشگی فرمائی ہو،اس کی دو قسمیں ہیں اول سنت ہدیٰ جس کو سنت مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے جیسے اذان واقامت وغیرہ،دوم سنت غیر مؤکدہ جیسے وضو میں کلی کرنا اور پانی سے ناک صاف کرنا وغیرہ،اور دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان کی ادائے گی کا شدید مطالبہ کیا جائے گا فرق یہ ہے کہ سنت مؤکدہ کا تارک سزا پائے گا اور غیر مؤکدہ کے تارک کو عذاب وسزا نہیں دیا جائے گا ان شاء اللہ (معجم التعریفات باب السین ص ۱۰۵)

مستحب کی تعریف: مستحب کی تعریف میں لکھتے ہیں: المستحب اسم لما شرع زیادۃ علی الفرض والواجبات، وقیل المستحب ما رغب فیه الشارع ولم یوجبه: ترجمہ۔ مستحب اس چیز کا نام ہے جو فرائض و واجبات پر زیادتی کے ساتھ مشروع ہو، اور یہ بھی کہا گیا کہ مستحب وہ ہے جسے شارع نے پسند فرمائی ہو مگر واجب نہیں کیا (ایضا ص ۱۷۸) الحمدللہ ہم نے ایک عظیم حنفی فقیہ ومحدث کی کتاب سے فرض، واجب، سنت ومستحب کی تعریف اصل عبارات کے ساتھ پیش کردی ہے امید ہے کہ اسے پڑھ کر معترضین وہابیہ اپنی معلومات میں اضافہ کی کوشش کریں گے۔

(سوال نمبر – 7) یعنی ساتواں اعتراض: تعظیم کا معیار کیا ہے جواب دیا جائے۔

جواب: تعظیم کا معیار معظم کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جیسے خلاق العالمین اللہ جل شانہ جو مالک مطلق اور وحدہٗ لاشریک ہے اس کی عظمت کا اعتراف فرض عین ہے اس لامحدود ولاشریک ذات کی تعظیم کا معیار یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، دل سے اس کی تمام تر شان وقدرت پر یقین کامل اور اعضاء وجوارح سے اس کا اظہار ہو اور اس کے اوامر ونواہی کی تعمیل کی جائے وغیرہ، جیسا کہ قرآن واحادیث سے عیاں اور کتب عقائد میں بیاں ہے۔

اللہ کی مخلوقات میں انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سب سے باعظمت ہستیاں ہیں اس مقدس جماعت کی تعظیم کا معیار یہ ہے کہ ان میں سے کسی کے خلاف ہمارے قول، فعل، عمل اور اعتقاد ذرہ برابر بھی متزلزل نہ ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ عقیدت میں انھیں درجہ اولوہیت تک پہنچا دیا جائے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا اور ایسا بھی نہ ہو کہ ان کی شان گھٹا کر جانوروں اور پاگلوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے جیسا کہ دیوبندیہ وہابیہ نے کیا معاذ اللہ۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سب سے عظیم ہمارے آقا ومولا سرور کائنات ﷺ کی ذات پاک ہے اس لئے سارے انبیاء میں حضور ﷺ سب سے زیادہ معظم ومکرم ہیں کما قال تعالیٰ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ: ترجمہ۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا (سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۵۳) تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ "ورفع بعضھم درجات" سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ خود سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولافخر: (مشکوۃ ص ۵۱۳) حضرت واثلہ بن الاثقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اللہ عزوجل اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام واصطفیٰ قریشامن کنانۃ واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم: یعنی میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ الصلوٰہ والسلام سے کنانہ کو اور قریش کو کنانہ سے اور بنی ہاشم کو قریش سے اور مجھ کو بنی ہاشم سے چن لیا ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۴۵)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: قلبت مشارق الارض ومغاربھا، فلم اجد افضل رجلا من محمد ﷺ ولم ار بیتا افضل من بیت بنی ھاشم: یعنی میں نے ارض خدا کے مشرق ومغرب میں گھوم کر دیکھا مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر آدمی اور بنی ہاشم سے اچھا گھرانہ نہیں پایا۔ (معجم الاوسط للطبرانی۔ ج۶ ص ۲۳۷)

ان ارشادات عالیہ سے ایک ادنیٰ مؤمن بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ جس ذات کی شان ایسی بلند ہو اس کی تعظیم وتکریم کا پیمانہ کیسا ہونا چاہئے پھر بھی اگر کسی ذہن میں اس مبارک ہستی کی تعظیم وتوقیر کا خاکہ نہ سمائے تو خود رب العالمین جل مجدہٗ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں جگہ جگہ تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار بیان کر دیا ہے، ذرا دیکھتے جایئے کہ بارگاہ اقدس میں ایسے الفاظ بولنے کی بھی اجازت نہیں جن سے کسی دریدہ دہن کو معنی سوء کے ارادہ کرنے کا موقع ملے اگرچہ الفاظ ومعنی لغۃً متغائر ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ: ترجمہ۔ اے ایمان والو! راعنا نہ کہو! اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(سورۃ البقرۃ آیۃ ۱۰۴)

اسی طرح مؤمن ہمیشہ چوکنّا رہے کہ کسی بھی معاملے میں حضور ﷺ سے سبقت نہ ہونے پائے، بارگاہ اقدس میں کچھ عرض کرنا چاہے تو آواز بلند نہ ہو اگرچہ سائل معذور ہو، حضور ﷺ اگر حجرئہ مبارکہ کے اندر جلوہ فرما ہو تو حاجتمندوں کو حکم ہے کہ آواز نہ دیں بلکہ انتظار کریں یہاں تک کہ حضور ﷺ اپنی مرضی کے مطابق خود ہی باہر تشریف لائیں۔کما قال اللہ تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی، لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ: ترجمہ۔اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمھارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔بیشک وہ جو اپنی آواز پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔بیشک وہ جو تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔(سورۃ الحجرٰت آیۃ ۱،۲،۳،۴)

یہ ہدایات تو عام حالات کی ہیں یہاں تو عالم یہ ہے کہ امتی اگر نماز میں ہو اور نبی ﷺ بلائیں تو اسی حالت نماز میں تعمیل حکم ضروری ہے، رب مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ: ترجمہ۔اے ایمان والو! اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمھیں زندگی بخشے گی۔(سورۃ الانفال آیۃ ۲۴)

یوں ہی حضور پاک ﷺ کو اس طرح پکارنا بھی جرم ہے جس طرح ہم سب ایک

دوسرے کو بے تکلف پکارتے ہیں ،رب تعالیٰ کاارشاد ہوتا ہے : لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا: ترجمہ۔رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (سورۃالنور،آیۃ ۶۳)

قرآن مجید کی ان آیات کا مفہوم و مقتضیٰ جہلاء عجم سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن فصحاء عرب اور پروانہائے شمع رسالت اصحاب کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین نے خوب سمجھا اور عملی طور پر عظمت مصطفیٰ ﷺ کا فلسفہ قیامت تک آنے والوں کے لئے کھول کر بیان بھی کردیا جو تعظیم رسول کا سب سے مضبوط ،خوبصورت اور بے نظیر معیار ہے۔ ذرا صحیح البخاری کی ایک حدیث کا یہ حسین تراشہ دیکھئے :فقال أي قوم واللہ لقد وفدت علی الملوك و وفدت علی قیصر و کسریٰ والنجاشي واللہ ان رأیت ملکا قط یُعَظِّمُہٗ اصحابہٗ کما یُعَظِّمُ اصحاب محمد محمدا واللہ ان تنخم نخامۃ الاوقعت فی کف رجل منھم فدلك بھا وجھہ وجلدہٗ واذا امرھم ابتدروا امرہٗ واذا توضأ کادوا یقتتلون علیٰ وضوئہِ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہٗ وما یُحِدّونَ الیہ النظر تعظیمالہٗ: یعنی عروہ کہتے ہیں کہ اے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا قیصر وکسریٰ ونجاشی کے دربار میں گیا مگر قسم ہے اللہ کی میں نے کسی بادشاہ کے ہم نشینوں کو اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسی تعظیم اصحاب محمد ﷺ محمد ﷺ کی کرتے ہیں ،بخدا اگر وہ تھوکتے بھی ہیں تو وہ ان کے کسی شیدائی کے ہاتھ میں آجاتا ہے جس کو وہ اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے اور جب وہ انھیں کسی بات کا حکم کرتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے غسالہ کو حاصل کرنے کے لئے سب آپس میں گویا لڑ پڑیں گے اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب ان کے حضور اپنی آواز کو پست کر لیتے ہیں یہاں تک کہ تعظیماً ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے (بخاری۔ج ا،ص ۳۸۴۔کتاب الشروط) یہ منظر کشی حضرت عروہ بن مسعود نے مشرکین مکہ کے سامنے اس وقت کی تھی جب وہ دشمنوں کی صف میں تھے اور دشمن جب کسی امر کا اعتراف کرے تو اس میں کس قدر صداقت ہوتی ہے یہ بتانے کی ضرورت

نہیں۔سبحان اللہ! جاں نثاروں نے اپنے نبی ﷺ کی تعظیم کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار کا مشاہدہ کرنے والا بقسم یہ کہہ رہا ہے کہ تعظیم کا جو انداز اس نے اصحاب مصطفیٰ ﷺ میں دیکھا وہ کہیں اور نظر نہ آیا۔

یہ دیکھئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلیٰ امامت پر ہیں اتنے میں ان کو گمان ہوا کہ سرورِ کائنات ﷺ شاید حجرۂ انور سے نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں پھر آگے کیا ہوا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنئے: قد کشف ستر حجرة عائشة رضی اللہ عنہا فنظر الیہم وھم صفوف الصلوٰۃ ثم تبسم یضحك فنکص ابو بکر علی عقیبیہ لیصل الصف وظن ان رسول اللہ ﷺ یرید ان یخرج الی الصلوٰۃ: یعنی نبی پاک ﷺ حجرۂ اقدس کے دروازے سے پردہ ہٹا کر مسجد کی طرف نظر فرمائی تو صحابہ کرام صف بستہ نماز میں مشغول تھے آپ نے یہ منظر ملاحظہ فرما کر متبسم انداز میں ضحک فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ گمان کرکے اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے کہ شاید آقا کریم ﷺ نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔(بخاری، ج ۲۔ص ۶۴۰) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حالت نماز میں بھی آقا ﷺ کی آمد کے محض گمان کی وجہ سے مصلیٰ امامت سے پیچھے ہٹ جانا یقیناً تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہی تھا،اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں تعظیم کا معیار کیا ہونا چاہئے۔

حضرت عباس بن عبدالطلب رضی اللہ عنہ خاندانی رشتے میں حضور پاک ﷺ کے چچا تھے اور آپ کی عمر حضور پاک ﷺ سے لگ بھگ دو سال زیادہ تھی مگر اس بات کو ادا کرنے میں تعظیم رسول ﷺ کی کیسی شاندار مثال پیش فرمائی ملاحظہ کیجئے۔حضرت امام زرقانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قیل للعباس: رضی اللہ عنہ ،أنت اکبر، أو النبی ﷺ ، قال ھو اکبر منی وانا ولدت قبلہٗ۔ یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ عمر کے اعتبار سے آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ بڑے تو اللہ کے رسول ہی ہیں میں بس پیدا پہلے ہوگیا تھا (شرح

علامہ زرقانی علی المواہب الدنیہ۔ج ۴،ص ۴۷۳)

ایک بار حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور کس عیب کا جانور قربانی کے لئے درست نہیں تو آپ نے ٹھیک اسی انداز میں بتانے کی کوشش کی جس انداز میں حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست اطہر دیکھا کر بتایا تھا مگر آپ نے مسئلہ بتانے سے قبل یہ وضاحت کر دی۔ واصابعی اقصر من اصابعه وانا ملی اقصر من انامله : یعنی میری انگلیاں حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے اور میرے پَورے حضور ﷺ کے مبارک پَوروں سے بہت چھوٹے ہیں (سنن ابی داؤد، ج ۲۔ص ۳۹) صحابی کے اس انوکھے انداز سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ بارگاہ رسالت کا معیارِ ادب کیا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: اتیت النبی ﷺ واصحابه حوله کأنما علیٰ رؤوسهم الطیر: وفی حدیث صفته أذا تکلم اطرق جلساؤه کأنما علیٰ رؤوسهم الطیر : یعنی میں جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ اصحاب کرام آپ کے ارد گرد اس انداز سے بیٹھے ہیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، اور اس مضمون کی ایک حدیث یہ ہے کہ جب آپ کلام فرماتے تو حاضرین مجلس اپنی گردنیں اس طرح جھکا لیتے گویا ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوں۔ (کتاب الشفا۔ج ۲،ص ۲۵۰)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صرف حضور ﷺ کی ذات وصفات ہی کا احترام نہیں بلکہ ان تمام آثار وتبرکات سمیت ہر اس چیز کی تعظیم وتوقیر ان کا ضابطہ دین وایمان ہوا کرتی تھی جس کو آقا سے ﷺ سے کچھ بھی نسبت حاصل تھی کیوں کہ وہ خوب جانتے تھے یہ ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔ اسی لئے مشہور محدث قاضی عیاض قدس سرہٗ فرماتے ہیں : ومن اعظامه واکباره اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة ومعاهده ومالمسهٗ ﷺ او عرف به: یعنی حضور ﷺ کے اعزاز واکرام میں یہ امور بھی شامل ہیں کہ جن چیزوں کو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے نسبت ہے ان کو بھی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جائے مثلاً وہ مقامات جہاں آپ تشریف لے گئے جیسے مکۃ المکرمہ، مدینۃ المنورہ ودیگر مقامات منسوبہ اور ہر وہ چیز جس کو

آپ نے چھوا ہے یا آپ سے متعلق ہے یا اس سے آپ کی کوئی یاد وابستہ ہے۔ (کتاب الشفا۔ جزء ثانی، ص ۲۶۰) حضرت قاضی کا یہ قول محض عقیدت پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے بڑے ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے منقول ہیں۔ اللہ توفیق دے تو شفا شریف کے مطالعہ سے اپنا ایمان تازہ کرنا چاہئے۔

اس باب میں فقہاء و محدثین کے چند وہ اقوال بھی مدنظر رہیں جن میں مقام مصطفیٰ ﷺ کی نزاکت اور حدود و آداب کی حفاظت کا بہت بڑا درس موجود ہے جس کا یاد رکھنا اور عمل میں لانا ایمان کا عظیم ترین حصہ ہے۔

امام زرکشی اور امام سبکی کا فتویٰ ہے: انه لا یجوز ان یقال لهٗ ﷺ فقیرا او مسکینا وهو اغنی الناس بالله لاسیما بعد قوله تعالیٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ: یعنی حضور پاک ﷺ کو فقیر یا مسکین کہنا جائز نہیں کیوں کہ آپ فضل الٰہی سے تمام لوگوں سے غنی ہیں خصوصا اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ نے ووجدک عائلا فاغنیٰ: ارشاد فرما دیا ہو۔ (نسیم الریاض۔ ج ۶، ص ۱۴۷)

حضرت امام مالک قدس سرہٗ کا فتویٰ ہے: من قال ان رداء النبی ﷺ ۔ویروی زر النبی ﷺ ۔ وسخ ارادبه عیبهٗ قتل: یعنی جس نے یہ کہا کہ نبی پاک ﷺ کی چادر انور یا قمیص مبارک کی گھنڈی میلی ہے اور اس کا ارادہ عیب لگانے کا ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (کتاب الشفا۔ جزء ثانی، ص ۳۵۶)

امام شہاب الدین احمد خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لا ینبغی ذکر مثله ،وروایته عند العوام ولذا أفتی بعض علماء العصر، فیمن قال: انهٗ ﷺ کان یدهن حتی کان ثیابهٗ ثیاب زیات مع انهٗ مروی فی الشمائل: یعنی عوام کے سامنے ایسی چیز یا روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں (جو مقام رفیع کے لائق نہ ہو) جیسے ہمارے علماء نے اس شخص کے حق میں (کفر و قتل) کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ حضور اتنا تیل لگاتے کہ آپ کے کپڑے تیلی کے کپڑے کی طرح ہو جاتے حالانکہ یہ روایت کتب شمائل میں موجود ہے (نسیم الریاض۔ ج ۶، ص ۱۵۵)

حضرت امام قاضی عیاض قدس سرہٗ فرماتے ہیں: و کذالك اقول حکم من غمصهٗ أو عیرهٗ برعایة الغنم أوالسهو أوالنسیان أوالسحر أو ما اصابهٗ من جرح أو هزیمة لبعض جیوشه أو اذی من عدوه أو شدة من زمنه أو بالمیل الیٰ نسائه فحکم هٰذا کله لمن قصد به نقصهٗ القتل: یعنی یہی قتل کا حکم اس کے بارے میں بھی ہے جس نے حضور ﷺ کو بکریاں چرانے یا سہو یا نسیان یا جادو یا راہ خدا میں آپ ﷺ کو جو زخم پہنچے یا آپ ﷺ کے بعض لشکروں کو جو شکست پہنچی یا دشمنوں کی طرف سے آپ کو جو اذیت ہوئی یا شدت زمانہ کی وجہ سے یا ازواج مطہرات کی طرف میلان کو لیکر آپ ﷺ پر عیب لگایا اوران چیزوں سے آپ ﷺ پر طعن کیا۔ (کتاب الشفا۔ جزء ثانی ص ۳۵۸)

اسی شفا شریف میں ہے: وافتیٰ ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی ﷺ الحمّالُ یتیمُ ابی طالب بالقتل: یعنی امام ابو الحسن القابسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ ہے کہ جو نبی پاک ﷺ کو سامان اٹھانے والا یا ابوطالب کا یتیم کہے اس کو قتل کیا جائے گا (ایضا ص ۳۵۶)

خوف طوالت سے بچتے ہوئے نقل شواہد کا یہ سلسلہ بند کرتا ہوں تاہم قرآن، حدیث اور اقوال آئمہ کی روشنی میں جو کچھ ذکر کیا گیا ان سے خورشید نیم روز کی طرح عیاں ہو گیا کہ سید الانبیاء ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا معیار کیا ہے بس سمجھنے کے لئے توفیق یزدانی چاہیئے۔

واقعہ یہ بھی ہے کہ تعظیم کے لئے معظم کا سامنے موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کے اوصاف وخصائل، اصحاب واحباب، آثار وتبرکات اور مرغوب ومحمود اشیاء کے ذکر میں بھی تعظیم ملحوظ رکھنا چاہیئے بالخصوص حضور سرور عالم ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت، چنانچہ قاضی عیاض قدس سرہٗ فرماتے ہیں: واعلم ان حرمة النبی ﷺ بعد موته وتوقیرهٗ وتعظیمه لازم، کما کان حیاته وذٰلك عند ذکره ﷺ وذکر حدیثه وسنته وسماع اسمه وسیرته ومعاملة آله وعترته وتعظیم اهلبیته وصحابته: یعنی حضور اقدس ﷺ کی تعظیم وتوقیر آپ کے حیات ظاہری سے پردہ فرمانے

کے بعد بھی اسی طرح لازم اور ضروری ہے جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں لازم وضروری ہے یہاں تک کہ آپ کے ذکر، آپ کی حدیث، سنت، آپ کے اسم مبارک و سیرت طیبہ سننے کے وقت اور آپ کی آل وعترت اور اہل بیت واصحاب کے ذکر کے وقت بھی اظہار تعظیم وتوقیر بجالانا اشد لازم ہے۔ (کتاب الشفا لجزء الثانی ص ۲۵۱)

یہ ہے شریعت اسلامیہ میں تعظیم رسول ﷺ کا درس جو بیان ہوا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر آقا ﷺ کی تعظیم کون کرسکتا ہے حتیٰ کہ انھوں نے رسول پاک ﷺ سے سجدۂ تعظیمی کی بھی اجازت مانگی تھی جو نہ دی گئی لیکن اس کے سوا تعظیم کی دیگر صورتیں خود ان ذوات قدسیہ سے منقول ہیں جن پر آج بھی ان کو محبت وعقیدت کا خراج پیش کیا جاتا ہے مگر آج جب اہلسنت نہج صحابہ کے مطابق تعظیم رسول ﷺ کی بات کرتے ہیں تو وہابیہ دیابنہ یہ الزام دینے میں مطلق پس وپیش نہیں کرتے کہ سنیوں نے معاذ اللہ نبی کو خدا کے برابر بلکہ خدا سے بڑھا دیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی کوئی حد نہیں کیوں کہ وہ معبود ہے اور تعظیم کی حد یہ ہوسکتی ہے کہ عبادت میں داخل ہوجائے جو صرف اسی کی بارگاہ میں مطلوب ہے لہٰذا جب ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت ہی نہیں کرتے تو ہم پر یہ الزام دینا بھی جرم ہوگا۔

یاد رہے کہ ہر ہر تعظیم عبادت نہیں لیکن ہر عبادت تعظیم ضرور ہے یعنی دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت سے تو منع فرمایا کما قال تعالیٰ: وَقَضَا رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ۔ لیکن غیر اللہ کی تعظیم سے منع نہ فرمایا بلکہ یوں ارشاد کیا: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ: نیز غیر اللہ کی تعظیم کی جو صورتیں اہل ایمان کے یہاں مشروع ہیں ان کو آج تک کسی نے عبادت کہا بھی نہیں لہٰذا عظمت رسالت کے گیت گانے والوں پر زبان طعن دراز کرنا ہر گز ہرگز مسلمانی نہیں ہوسکتی۔

اس پوری بحث کے اتار چڑھاؤ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ہر معظَّم کی تعظیم کا معیار اس کی شان وجلالت کے اعتبار سے متعین ہوتا ہے اور جب اللہ ورسول اور اس کے جملہ محبوب بندوں کی تعظیم کا معیار شرع مطہرہ میں متعین ہے تو اس طرح کا سوال ہی لا یعنی

ہے بلکہ یہ بات بآسانی سمجھ میں آجانی چاہئے کہ ہماری طرف سے کبھی بھی قولاً فعلاً عملاً اور اعتقاداً کسی معظّم دینی کی شان میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوجائے اور یہ ہمارے یہاں تعظیم کا سب سے ادنیٰ معیار ہے۔رہی بات مذہب دیابنہ وہابیہ میں تو اس میں تو معاذ اللہ تعظیم نبی بھی شرک ہے کسی معیار کا کیا تصور؟۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم نبی ایسے برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(سوال نمبر-8) یعنی آٹھواں اعتراض: چونکہ درود وسلام کا حکم نبیؐ پر نازل ہوا لہٰذا نبی ﷺ نے صحابہ کو ساتھ لیکر کسی بھی نماز کے بعد بحالت قیام درود وسلام پڑھا ہیں یا پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ تفصیل سے جواب دیا جائے۔

جواب: یہاں مجھے معترض کے اس اعتراض سے یہ سمجھنا مشکل ہورہا ہے کہ وہ درود وسلام کے جواز پر دلیل مانگ رہا ہے یا معاذ اللہ آقا ﷺ پر اعتراض کررہا ہے؟۔اسلئے کہ اس کے اعتراض کا تیور یہی بتا رہا ہے کہ نبی پاک ﷺ پر ایک حکم ہوا نازل لیکن آپ نے اس کی تعمیل نہیں کی معاذ اللہ۔

ارے عقل کے دشمنوں! جب اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو صلوا علیه وسلموا تسليمًا فرمادیا تو پھر اب کس امر کا انتظار ہے؟ بس یہ دیکھو نا کہ کہیں اس کی ممانعت وارد ہے کیا؟ اگر ممانعت نہیں ہے بلکہ اس کی فضیلت وارد ہے کما قال النبی ﷺ: من صل علی صلوٰة واحدة صلی الله علیه عشر صلوات: اور قرآن وحدیث میں درود وسلام پڑھنے کا حکم مطلق ہے یعنی نہ کسی وقت کی پابندی نہ کسی مجلس ومقام کی قید اور نہ کسی نماز وعبادت کے بعد اس کے پڑھنے پر روک نہ اجتماعی وانفرادی اعتبار سے کوئی بندش نہ قیام وقعود کے متعلق کوئی امرونہی وارد، نیز جب دلیل کا متقاضی جانب حرمت ہوا کرتی ہے نہ کہ جانب حلت یا اباحت، تو پھر کس منہ سے اس کے جواز پر دلیل مانگی جارہی ہے؟۔ع۔بریں عقل ودانش بباید گریست۔

معترض اگر قدرے بھی علمی بودوباش رکھتا تو یہ بات اس کے ذہن میں ضرور ہوتی کہ زمانۂ رسالت میں کسی کام کا نہ ہونا عدم جواز کی دلیل ہرگز نہیں ورنہ کتاب وسنت کے بعد

اجماع وقیاس اور دلیل استحسان وغیرہ کی ہرگز ضرورت نہ ہوتی اور خود دیوبندی وہابی ہزاروں ایسے افعال کو باعث ثواب نہ قرار دیتے جن کا وجود زمانہ رسالت میں نہ تھا مگر اب ان کے حلقے میں دھڑلے سے ہو رہے ہیں جیسے دینی ماہنامے نکالنا، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسے منعقد کرنا، اردو یا کسی غیر عربی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر کرنا، اصول حدیث ،اصول فقہ ،اصول تفسیر، فقہ، نحو، صرف، ادب وغیرہ فنون پر مبنی کتابیں پڑھنا پڑھانا، کسی کو شیخ الحدیث کا کسی کو شیخ التفسیر کا کسی کو مفتی دارالعلوم کا عہدہ دینا، نماز کے بعد فوراً فضائل اعمال کا درس دینا وغیرہ۔ اور اگر ان سوالوں کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ ان امور کے متعلق شرع مطہرہ میں کہیں کوئی ممانعت نہیں ہے اگرچہ زمانہ رسالت میں اس کی نظیر نہیں ملتی تو ہمارے اوپر کئے گئے اعتراض کا جواب بھی تو ایسا ہی ہوگا جس کو بہر حال تسلیم کرنا پڑے گا۔

الحمد للہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کا حکم تو نص قرآنی میں موجود ہے اور نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم حدیث پاک میں موجود ہے، مشہور محدث امام ابن حجر مکی قدس سرہٗ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے: من قال فی یوم الجمعۃ بعد العصر اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی اٰلہ وسلم تسلیما ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوب ثمانین عاما: یعنی جو کوئی جمعہ کے دن عصر کے بعد یہ درود اللّٰھم صل علی الخ اسی مرتبہ پڑھے تو اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (الدرر المنضود ص ۲۱۳) اس حدیث میں درود پڑھنے کا حکم اگرچہ جمعہ کے دن بعد نماز عصر ہے لیکن کسی بھی نماز کے بعد درود پڑھنے کا جواز اس سے ثابت ہوتا ہے۔ اب رہی بات اجتماعی طور پر پڑھنے کی تو اس کا جواز خود: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا: میں موجود ہے اس لئے کہ اس ارشاد میں اٰمنوا، صلوا، سلموا، سب جمع کے صیغے ہیں اور جمع کا صیغہ جماعت کا متقاضی ہوتا ہے منکر نہیں ہوتا جیسے اقیموا الصلوٰۃ کا کامل مطلب ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز قائم کرو اسی طرح صلوا اور سلموا میں بھی اس کی رعایت ملحوظ ہوگی لیکن بات تسلیم حقانیت کی ہے جس کی توقع نفاق زدہ لوگوں سے قطعاً بعید ہے جبکہ یہاں معترض بے علم ہونے کے ساتھ ساتھ جذبۂ تسلیم حق

سے عاری بھی ہے اور قبولیت حق کا جذبہ جب کسی سے مفقود ہوجاتا ہے تو شیطان انکار و اعتراض کے ہزاروں بہانے اس کو مہیا کر دیتا ہے حالانکہ جواز کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

اب میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ٹھیک معترض صاحب کے انداز میں ایک سوال اس کے منہ پر مارتا ہوں کہ ,چونکہ درود وسلام کا حکم نبی ﷺ پر نازل ہوا لیکن کیا حضور نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام کو ساتھ لیکر کسی بھی نماز کے بعد بحالت قیام درود وسلام پڑھنے سے روکا ہے یا روکنے کا حکم دیا ہے؟ تفصیل سے جواب دیں۔

(سوال نمبر-9) یعنی نواں اعتراض: چونکہ نبی ﷺ کے زمانہ میں بھی لوگ مرتے تھے اور دفن بھی کیا جاتا تھا دفن کے بعد کسی کی قبر پر نبی ﷺ نے آذان دی تھی یا آذان دینے کا حکم دیا تھا؟ جواب دیا جائے۔

جواب: معترض بار بار حکم حکم کی رٹیں لگائے جا رہا ہے جبکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ کیا میلا د وقیام سے لیکر اذان قبر تک جملہ معمولات اہلسنت میں سے کسی بھی چیز کو ہم لوگوں نے اصلاً فرض یا واجب کہا ہے؟ اگر کہتے جب تو یہ مطالبہ درست تھا کہ اس پر کوئی دلیل دیکھایئے۔ لیکن ہمارے یہاں تو یہ چیزیں مستحبات میں داخل ہیں جو دلائل سے مزین ہیں کیا حدیث پاک: ماراٰی المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن: نہیں دیکھتے؟۔ ہاں اگر معترض کی کائنات معلومات میں ان چیزوں کے اصلاً حرام ہونے کی کوئی دلیل ہے تو پیش کرے، ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ اور جب ہمارے مخالفین ومعاندین اس سے عاجز وقاصر ہیں تو انھیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اذان قبر ہمارے یہاں فرض یا واجب سمجھ کر نہیں، مستحب سمجھ کر دیجاتی ہے البتہ جن دیار وامصار میں سنی اور غیر سنی کے مابین یہ مستحبات وجہ امتیاز بن گئے ہیں تو وہاں یہ شعار سنیت ہونے کی وجہ سے ضرور شدت کے ساتھ باقی رکھے جائیں گے اور انکار کرنے والے گمراہ قرار دپائیں گے جبکہ یہ انکار منکرین کی اتباع میں ہو۔

معترض صاحب! مسئلۂ اذان قبر پر آپ کا یہ واویلا نیا نہیں ہے کہ اہلسنت کو اس سے کوئی گزند پہنچے بلکہ ابتدا ہی سے اس طرح کے لایعنی اعتراضات آپ کی جماعت کے ترکیبی

عناصر میں شامل ہیں جن کے سد باب کیلئے امام اہلسنت قاطع کفر وضلالت ماحی شرک وبدعت مجدد دین وملت اعلیحضرت عظیم البرکت دریائے علم وحکمت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ نے بہت پہلے ہی دلائل قاہر، باہرہ، وظاہرہ سے آراستہ فرما کر ,,ایذان الاجر فی اذان القبر،، نام سے کتاب لکھ کر ملت کے ہاتھ میں تھمادی جو وہابیہ دیابنہ سمیت تمام بدعتیوں کے خلاف سد سکندری کی حیثیت رکھتی ہے۔

اب معترض کی ضیافت طبع کے لئے پیش ہے کہ قبر کے پاس اذان کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں پس قبر جو بلاؤں کا گھر ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ میت کو درپیش بلاؤں سے ممکن ہے نجات عطا کرے جبکہ اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے جیسا کہ اسی نظریئے کے تحت ایصال ثواب بھی مشروع ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان مردود گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص: (مسلم ج ۱ ص ۱۶۷ باب فضل الاذان) اور یہ بھی سچ ہے کہ قبر میں شیطان دھوکہ دینے کے لئے آتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: اذا سئل المیت من ربك تریٰ لہ الشیطان فی صورۃ یشیر الی نفسہ انا ربك فلھذا ورد سوال التثبیت لہ حین یسئل: یعنی جب مردے سے سوال ہوتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان اس پر ظاہر ہو کر اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں ہی تیرا رب ہوں اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ میت کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ (نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، للامام الترمذی ص ۳۲۲)

ان دلائل کے بعد اب فیصلہ کرنے کی باری ہے کہ جب اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور قبر میں شیطان دھوکہ دینے کے لئے آتا ہے تو یہاں اذان کے ذریعہ شیطان کو دفع کرنے میں کیا قباحت ہے؟۔ دراں حالیکہ اس پر شرعا کوئی ممانعت بھی وارد نہیں ہے بلکہ امام ترمذی اس حدیث کی شرح میں رقم فرماتے ہیں: ویؤیدہ من الاخبار قول النبی ﷺ عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطان فلو لم یکن للشیطان ھناك سبیل ما کان لیدعو لہ رسول اللہ ﷺ بان یجیرہ من الشیطان:

یعنی وہ حدیثیں اس کی مؤید ہیں جن میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ میت کو دفن کرتے وقت یوں دعا فرماتے کہ اے اللہ! اس کو شیطان سے بچا تو اگر وہاں شیطان کے دھوکے کی کوئی سبیل نہ ہوتی تو آقا ﷺ میت کے حق میں شیطان سے بچنے کی دعا نہیں فرماتے (ایضا)

نیز یہ بات بھی حق ہے کہ قبر میت کو دباتی ہے اور تسبیح و تکبیر سے میت پر اللہ تعالیٰ آسانی نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: لما دفن سعید بن معاذ وسوی علیه فسبح النبی ﷺ وسبح الناس معه طویلا ثم کبر و کبر الناس، ثم قالوا یا رسول الله لم سبحت ثم کبرت؟ قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج الله تعالیٰ عنه: یعنی جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر کی مٹی درست کر دی گئی تو آقا ﷺ نے تسبیح پڑھی اور صحابہ نے بھی تسبیح پڑھی بہت دیر تک، پھر آقا ﷺ نے تکبیر پڑھی تو صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھی، اس پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کیوں تسبیح پھر تکبیر پڑھی؟ جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس مرد صالح پر قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تنگی دور فرمادی۔ (مسند امام احمد ج ۳ ص ۳۶۰، ۳۷۷) اس حدیث کی روشنی میں قبر مسلم پر تکبیر کہنے سے تو کوئی روک نہیں سکتا کیوں کہ حدیث موجود ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ اذان کے کلمات میں بھی تو یہی تکبیر کے الفاظ ہیں پھر اس پر اتنا غصہ کیوں ہے؟ اور ثابت الاصل ہونے کے باوجود اسے دیوبندی وہابی کس دلیل سے ناجائز کہتے ہیں ہم اس دلیل کا مطالبہ ان سے ضرور کریں گے اور یہ بھی سوال کریں گے کہ اہلسنت نے اذان قبر کو کس مقام پر فرض یا واجب قرار دیا بحوالہ پیش کریں۔

ہاں جہلائے دیابنہ ایک بات ضرور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ کیا وہاں نماز ہوتی ہے کہ اذان دیجاتی ہے؟ حالانکہ اس کا جواب بارہا ان کو دیا چکا ہے کہ نہ ہر نماز کے لئے اذان ضروری اور نہ ہر اذان کے بعد نماز بلکہ بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں نماز ہے مگر اذان نہیں جیسے عیدین کی نماز، اشراق و چاشت وغیرہ کی نمازیں اور اذان ہوتی ہے مگر نماز نہیں جیسے جب کسی مسلمان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان و تکبیر کا حکم

ہے مگر وہاں نماز نہیں۔اسی طرح مجنون، مرگی کے مریض کے کان میں، آگ لگ جائے وغیرہ مواقع پر کہ اذان ہے مگر نماز نہیں لہٰذا صرف یہ کہنا کہ دفن کے بعد چونکہ وہاں کوئی نماز نہیں اس لئے اذان دینا غلط ہے نری جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔(نوٹ) اس کی مزید وضاحت آگے آتی ہے ان شاء اللہ۔

(سوال نمبر-10) یعنی دسواں اعتراض: قبر پر آذان دینے کی جو حکمت بتائی ہے اسکا علم نبی ﷺ کو تھا یا نہیں اگر تھا تو جاننے کے باوجود نہیں بتایا یہ امت کے حق میں اچھا کیا یا برا؟ جواب دیں۔

جواب: اذان میں جو حکمتیں ہیں احادیث پاک میں اس کا اجمالی بیان موجود ہے جو کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں اور جب احادیث پاک میں اس کا بیان موجود ہے جیسا کہ سابق میں مسلم شریف کی حدیث گزر چکی، تو اب اس نوعیت کا سوال عبث ہے بلکہ اس طرح کے لایعنی سوال کرنا ہی حضور نبی رحمت منبع علم و حکمت ﷺ کی ذات مقدسہ پر سخت جرأت و جسارت ہے جو یقینا ایک سچے امتی کے لئے ناجائز و نامناسب ہے۔بلکہ ایک سچے امتی کی نظر تو اس آیت پر مرکوز ہونی چاہئے: ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا۔

لیکن دنیا جانتی ہے کہ علم نبوی ﷺ کو طعن تشنیع کا نشانہ دیوبندی جماعت کا طرۂ امتیاز ہے جس کا اثر اس اعتراض میں بھی خوب ظاہر ہے البتہ اس اعتراض سے ہمارے سامنے طائفۂ دیوبندیہ وہابیہ کا یہ اعتقادی پہلو بھی سامنے آگیا کہ حضور پاک ﷺ نے اگر امت کو کسی چیز کی حکمت سے آگاہ نہ فرمایا تو یہ امت کے حق میں برا کیا معاذ اللہ رب العالمین۔

اب میں دیوبندی جماعت کے ذمہ داروں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا عدم بیان عدم علم کو مستلزم ہے؟ اور کیا اثبات علم اظہار علم کو مستلزم ہے؟ اور کیا عدم اظہار انتفاء علم کو مستلزم ہے؟ اگر ہے تو آپ کے مطابق یہ الزام ذات الٰہی پر بھی عائد ہوگا کیوں کہ ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا، چوری، جوا، شراب نوشی، وغیرہ امور کو حرام فرمادیا اور اس کی علت بھی بتادی لیکن اذان قبر کی حرمت یا اس کی علت نہیں بتائی لہٰذا اذان قبر ناجائز ہونے کی جو علت دیوبندی حضرات بیان کرتے ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو جاننے کے باوجود نہیں

بتایا یہ بندوں کے حق میں اچھا کیا یا برا؟ جواب دیں۔

اب اس کا جواب کیا ہوگا یہی نا کہ عدم بیان عدم علم کو مستلزم نہیں ہے اور نہ اثبات علم اظہار علم کو مستلزم ہے، ورنہ علم الٰہی بھی تنقید کی زد میں آجائے گا، لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر ہر حکمت کا بتانا شارع علیہ السلام پر واجب نہیں کیونکہ ایسی صورت میں یہ بداعتقادی راہ پا جائے گی کہ تبلیغی احکام میں معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیانت کی جو بداہۃً باطل ہے۔تو اب یہ ماننا پڑے گا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ہر شئ کا علم اور اس کی حکمت سے آگاہ تو رب تعالیٰ نے فرمادیا تھا مگر ہر چیز کا بتانا آپ پر لازم نہیں کیا، جس کا اشارہ اس فرمان عالی شان میں موجود ہے الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفا عنہ: یعنی حلال وہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کے بیان سے سکوت فرمایا تو وہ ان میں سے ہے جس سے درگزر فرمایا (المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۲۹)

لیجئے اب غیر نماز کے لئے اذان دینے کی حکمت زبان رسالت سے ملاحظہ کیجئے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ یہ حدیث نقل کرتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن ولد لہ مولود فاذن فی اذنہ الیمنیٰ واقام فی اذنہ الیسریٰ لم یضرہ ام الصبیان: یعنی جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے اس سے بچے کو ام الصبیان مرض کا ضرر نہیں پہنچے گا۔(عمل الیوم واللیل ص ۲۹۴) اور لیجئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: رأیت فی کتب الشافعیۃ انہ قد یسن الاذان لغیر الصلوٰۃ کمافی اذان المولود، والمھموم، والمصروع ، والغضبان ، ومن ساء خلقہ من انسان او بھیمۃ، وعند مزدحم الجیش وعند الحریق ، قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب، وعند تغول الغیلان: ای عند تمرد الجن لخبر صحیح فیہ۔ اقول : ولابعد فیہ عندنا: أی لأن ماصح فیہ الخبر بلا معارض فھو

مذهب للمجتهد و ان لم ينص عليه لما قدمناه فی الخطبة عن الحافظ ابن عبد البر ،والعارف الشعرانی عن کل من الأئمة الأربعة، أنه قال: أذا صح الحديث فهو مذهبی ، علی أنة فی فضائل الأعمال يجوز العمل بالحديث الضعيف کما مر أول کتاب الطهارة،هٰذا ، وزاد ابن حجر فی التحفة الأذان والأقامة خلف المسافر ، قال المدنی : اقول : وزاد فی شرعة الاسلام لمن ضل الطريق فی أرض قفز : أی خالية من الناس، قال الملا علی فی شرح المشکاة : قالوا : يسن للمهموم أن يأمر غيره أن يؤذن فی أذنه فأنه يزيل الهم ، عن علی رضی الله عنه ونقل الأحاديث الواردة فی ذالك فراجعه : یعنی میں نے کتب شوافعیہ میں دیکھا ہے کہ وہ نماز کے علاوہ بھی بہت سی جگہ اذان کو سنت سمجھتے ہیں جیسے نومولود کے کان میں، مغموم،مرگی والے، سخت غضب ناک ،بداخلاق انسان یا چوپایہ کے سامنے،سخت لڑائی اور آگ لگنے کے وقت ،اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اس پر قیاس کرتے ہوئے کہ جس طرح دنیا میں آنے کے وقت اس کے لئے اذان دی گئی تھی اسی طرح دنیا سے نکلتے وقت بھی اس کے لئے اذان دی جائے اگرچہ ابن حجر نے شرح العباب کے اندر اس کو سنت کہنے پر رد کیا ہے،اسی طرح سرکش جن جب پریشان کرے تو اذان دینا سنت ہے کیوں کہ اس سلسلے میں صحیح حدیث موجود ہے ۔اور میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ ہم احناف کے نزدیک ان مواقع پر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں (شامی ج ۲ ص ۵۰)

اوپر سوال نمبر ۹ کے جواب میں قبر پر تکبیر پڑھنے کی جو حدیث گزری اس میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر تکبیر پڑھنے کی حکمت بیان فرمادی ہے کہ اس سے قبر کی تنگی ختم ہوجاتی ہے اور اس حدیث میں مولود کے کان میں اذان واقامت کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ فلاں بیماری کا ضرر لاحق نہ ہوگا ۔معلوم ہوا کہ قبر پر اذان دینے کی حکمت رفع مصیبت و دفع ضرر ہے جس کو نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پہلے بیان فرمادیا لیکن چونکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے ہر جگہ کلمات صریحہ کا وارد ہونا کوئی ضروری نہیں بالخصوص امور استحبابیہ کے ثبوت کے لئے تو اہل ایمان

کاان کو قبول کیا جانا ہی کافی ہے یا شاید آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکمت کو بصراحت اس لئے نہیں ارشاد کیا تا کہ اہلسنت کے ہاتھوں دیوبندیوں کی رسوائی ہوتی رہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ہمارا دعویٰ یہ ہرگز نہیں ہے کہ اگلوں میں سے جن بزرگوں نے اذان قبر کی پابندی نہیں کی تو انھوں نے اپنے دین کا کچھ نقصان کیا یا اب اس دور میں اذان قبر کا اہتمام کرنے والے دین میں کچھ زیادتی کر رہے ہیں، نہیں بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ ایک جائز و مستحب چیز ہے جس کو جائز جان کر ترک کرنے والے تو مجرم نہیں لیکن اپنانے والے ماجور ضرور ہوتے ہیں ہاں سرے سے اس کا انکار کرنا اور اس کو ناجائز و بدعت کہنا وہابیت کی نشانی ہے جس کی مخالفت اہلسنت کی طرف سے پوری شد و مد کے ساتھ ہمیشہ ہوتی رہے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(سوال نمبر-11) یعنی گیارہواں اعتراض: کیا عید اور بقرا عید کی نماز سے پہلے آذان دے سکتے ہیں اگر دے سکتے ہیں تو کیوں نہیں دیتے اور اگر نہیں دے سکتے تو کیوں؟ اس کی وجہ بتائے۔

جواب: دیابنہ وہابیہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ قبر میں اذان کیوں دی جاتی ہے وہاں کوئی نماز ہوتی ہے کیا؟ شاید انھوں نے اب تک یہی سمجھ رکھا ہے کہ اذان فقط نماز کے لئے ہی دی جاسکتی ہے، میرے خیال میں معترض بھی اسی جہالت کا شکار ہے جبھی یہ اعتراض یہاں دے مارا کہ عید و بقرہ عید کی نماز سے پہلے اذان دے سکتے ہیں یا نہیں جبکہ یہاں نماز ہے؟۔ حالانکہ عام کتب مسائل میں بصراحت لکھا ہے کہ نماز کے علاوہ بھی بعض مواقع پر اذان دینا سنت ہے یعنی کچھ مواقع ایسے ہیں جہاں اذان تو ہے مگر نماز نہیں جیسا کہ حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل فرمائی ہے: رأیت رسول اللہ ﷺ أذّن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوٰة: یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنھما کے تولد ہونے کے بعد ان کے کان میں نماز والی اذان دیتے دیکھا ہے۔ (مسند امام احمد، ج ۶ ص ۳۹) خود دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے شامی کے حوالے سے فرض نماز کے علاوہ دس مواقع پر اذان دینے کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔ ان

مواقع میں اذان سنت ہے(۱) فرض نماز (۲) بچہ کے کان میں وقت ولادت (۳) آگ لگنے کے وقت (۴) جنگ کفار کے وقت (۵) مسافر کے پیچھے (۶) جب شیطان ظاہر ہو کر ڈرائیں (۷) غم کے وقت (۸) غضب کے وقت (۹) جب مسافر راہ بھول جائے (۱۰) جب کسی کو مرگی آئے (۱۱) جب کسی آدمی یا جانور کی بدخلقی ظاہر ہو اس کو صاحب ردالمحتار نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ا،ص ۱۶۱) دیکھے ان جگہوں پر اذان کو خود تھانوی صاحب سنت لکھ رہے ہیں مگر کہیں نماز نہیں ہے، یاد رہے کہ سنت کا درجہ مستحب سے اوپر ہوتا ہے یعنی کوئی ضروری نہیں کہ جو فعل سنت نہ ہو وہ حرام یا ناجائز ہو جائے بلکہ وہ مستحب یا مباح بھی ہو سکتا ہے، تھانوی صاحب نے غم کے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے اب ذرا سوچئے ایک مؤمن کو ہمیشہ کے لئے اپنے سے جدا کر کے قبر کے حوالے کر دینا اس سے زیادہ بھاری غم کی گھڑی اور کیا ہو سکتی ہے؟ لہٰذا اس موقع پر قبر پر اذان جائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے تا کہ رخصت ہونے والا اور الوداع کہنے والے سب کا غم ہلکا ہو جائے۔(اس مسئلے پر تفصیلات گزر چکیں)

بہر حال یہ اعتراض کہ نماز عیدین سے قبل اذان کیوں نہیں دیتے کوئی نیا نہیں ہے بلکہ شیخ الدیوبندیہ مولوی منظور نعمانی دیوبندی علیہ ماعلیہ نے بہت پہلے ہی کیا تھا لیکن بدقسمتی سے وہ اس کو ناجائز ثابت کرنے کے چکر میں مباح ثابت کر گئے جس سے ان کی پوری جماعت کی رسوائی ہوئی تھی ان کا کہنا تھا کہ جب اشیاء میں اصل اباحت ہے تو یہاں بھی اذان کو مباح کر دیجئے؟ یہ نہیں دیکھا کہ اس موقع پر اذان کی ممانعت تو احادیث مبارکہ میں موجود ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ دلیل حرمت یا کراہت پائے جانے کی صورت میں ہی مباح کو حرام یا مکروہ کہا جا سکتا ہے لہٰذا جب یہاں دلیل ممانعت موجود ہے تو اب اس کو مباح سمجھ کر جائز و ناجائز کا بکھیڑا کھڑا کرنا ظلم و جہالت نہیں تو کیا ہے جس کا مرتکب معترض واقع ہوا ہے۔

نماز عیدین کے لئے اذان نہیں ہے اس کے دلائل حاضر ہیں۔مسلم شریف میں ہے:عن جابر بن عبداللہ قال شھدت مع رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ یوم العید فبدأ بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ: یعنی حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نماز عید کے لئے حاضر ہوا، آپ ﷺ نے

خطبہ سے پہلے بغیر اذان واقامت کے نماز شروع فرمائی۔(مسلم ج ا ص ۲۸۹) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صلیت مع رسول اللہ ﷺ العیدین غیر مرۃ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامۃ: یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز ہر بار بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی ہے (ایضا ص ۲۹۰): عن ابن عباس وعن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنھما قالا لم یکن یؤذن یوم الفطر ولا یوم الاضحی ثم سألتہٗ بعد حین عن ذٰلک فاخبرنی قال: اخبرنی جابر بن عبد اللہ الانصاری ان لاأذن للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیء ولا نداء یومئذ ولا اقامۃ: یعنی حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں عید الفطر اور عید الاضحی کے دن اذان نہیں ہوتی تھی، راوی نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری نے فرمایا عید الفطر کی نماز کے لئے اذان نہیں ہوتی تھی نہ امام کے نکلنے کے وقت نہ بعد میں نہ کوئی ندا ہوتی تھی اور نہ اقامت (ایضا) اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو: ان ابن عباس ارسل الیٰ ابن الزبیر ما بویع لہٗ انہ لم یکن یؤذن للصلوٰۃ یوم الفطر فلا تؤذن لھا، قال: فلم یؤذن لھا ابن الزبیر یومہٗ: یعنی حضرت ابن عباس نے حضرت ابن زبیر کو کہلا بھیجا جبکہ لوگوں نے ان سے بیعت کی کہ عید الفطر کی نماز کے لئے اذان نہ دی جائے! راوی کا بیان ہے کہ اس دن حضرت ابن زبیر نے اذان نہیں دلوائی (ایضا)

عیدین کی نماز کے لئے اذان اس اختلاف کی وجہ سے بھی نہیں کہ یہ فرض ہے یا واجب یا سنت! فرض عین کسی نے بھی نہیں کہا البتہ بعض شوافعہ وحنابلہ نے فرض کفایہ کہا ہے باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے یہی بعض احناف کا بھی کہنا ہے لیکن امام اعظم واکثر حنفیہ کا قول یہ ہے کہ عیدین کی نماز اہل شہر پر واجب ہے جبکہ اذان نمازوں میں سے صرف پنج وقتہ اور جمعہ کے لئے مشروع ہوئی ہے جس کی تاکید بمنزلہ واجب کے ہے۔ ھدایہ میں ہے: الاذان سنۃ للصلوٰۃ الخمس والجمعۃ لاسواھا للنقل المتواتر:

یعنی اذان پانچ وقت اور جمعہ کی نماز کے لئے سنت ہے باقی نمازوں کے لئے نہیں (ہدایہ اولین، ج ا،ص ۹۸۴) فتح القدیر میں ہے: فلا یؤذن للعید والکسوف: یعنی عید اور کسوف کی نماز کے لئے اذان نہیں (فتح القدیر، ج ا،ص ۲۴۳) ہاں جن لوگوں نے کہا کہ اذان واجب نمازوں کے لئے بھی مشروع ہے تو وہ عیدین کی نماز کو واجب ہی نہیں مانتے کیونکہ واجب فوت ہوجائے تو اس کی قضا لازم ہے جبکہ نماز عید کی قضا لازم نہیں لیکن احناف کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ عیدین کی نماز بھی واجب ہے، بہر صورت اگر فرض یا واجب نہیں تو اس کے لئے اذان بھی نہیں اور اگر واجب ہی تسلیم کر لیا جائے جب بھی اذان نہیں اس لئے کہ دلیل ممانعت موجود ہے۔ جیسا کہ اسی فتح القدیر میں ہے: والوتر ان کان واجبا لکن اذان العشاء اعلام بدخول وقته لأن وقته وقتها .ولولا ماروینا فی العید لأذنا له علی روایة الوجوب أما علی روایة السنة فلا لأن النوافل تبع للفرائض باعتبار التکمیل فلا یخص بأذان: یعنی وتر کی نماز اگر چہ واجب ہے لیکن عشاء کی اذان اس کے لئے کافی ہے کیوں کہ اس کا بھی وقت وہی ہے ،اور اگر عید کے متعلق وہ روایتیں نہ ہوتیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ عید کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی ہے تو ایسی صورت میں واجب ہونے کی وجہ سے عید کی نماز کے لئے بھی ضرور اذان ہوتی ۔اور اگر عید کی نماز کو سنت مان لیا جائے تو اس کے لئے اذان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ نوافل فرائض کے تابع ہوا کرتے ہیں تکمیل کے لحاظ سے تو خاص اس کے لئے کسی اذان کی ضرورت ہی نہیں ۔(ایضا) اور عالمگیری کی واضح عبارت یہ ہے: ولیس لغیر صلوٰۃ الخمس والجمعة نحو السنن و الوتر والتطوعات والتراویح والعیدین اذان ولا اقامة کذا فی المحیط: یعنی صلوٰۃ خمسہ اور جمعہ کے علاوہ جیسے سنن، وتر، نوافل، تراویح، عیدین، وغیرہ کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے (عالمگیری، ج ا،ص ۵۳) قاضی خاں کی عبارت یوں ہے: ولیس لغیر المکتوبة نحو الوتر وصلوٰۃ العید: یعنی فرض نمازوں کے علاوہ جیسے وتر اور عید کی نماز کے لئے اذان نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں، ج ا،ص ۸۶)

اس کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ جب اذان سے اعلام مقصود ہے تو دیگر نمازوں کی اذان پر قیاس کرکے یہاں بھی اذان کی اجازت دیجا سکتی ہے اور بعض بزرگوں سے اس کا ثبوت بھی ہے۔ کمافی مرقاۃ المفاتیح: وقال ابن المسیب اول من احدث الاذان فی العید معاویۃ، وقیل: زیاد: یعنی ابن مسیب نے کہا کہ جس نے عید کی نماز کے لئے سب سے پہلے اذان دلوائی وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۴۸۰) مگر چونکہ علماء وفقہا نے اسے مکروہ بتایا جیسا کہ اسی میں ہے بل یکرہ۔ اور اس کی صورت یہ نکال دی ہے کہ اذان کی جگہ یہاں الصلوٰۃ جامعۃ کہے۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری حنفی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

بل ینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیخرج الناس عند سماع ذالك وھذا النداء مستحب فی شرح السنۃ العمل علیٰ ھذا عند عامۃ اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ انہ لااذان ولااقامۃ لصلوٰۃ العید: یعنی الصلوٰۃ جامعۃ کہکر پکارا جائے تاکہ لوگ اسے سن کر نماز کے لئے نکلیں اور یہی ندا مستحب ہے اور عام اہل علم صحابہ کا اسی پر عمل رہا ہے کیونکہ نماز عید کے لئے اذان واقامت نہیں ہے (ج ۳ ص ۴۸۹)

اس تفصیل کے بعد اب معترض پر جواب واضح ہو چکا ہوگا کہ عید و بقر عید کی نماز سے قبل اذان اس لئے نہیں دیتے کیوں کہ مکروہ ہے اور اگر مان لیجئے مکروہ نہ بھی ہو تب بھی نہیں دیتے کیوں کہ ہر جائز کام کا کرنا ضروری نہیں دراں حالیکہ اس کی دوسری صورت علماء نے متعین کردی ہے، نیز یہ بات بھی اس کی سمجھدانی میں سما گئی ہوگی کہ سنیوں کے یہاں جتنے بھی معمولات ہیں ان کے پس پشت کوئی نہ کوئی دلیل شرعی ضرور موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سوال نمبر-12) یعنی بارہواں اعتراض: اذان کے آخر میں لاالہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بڑھائیں یا نہیں اور اگر کوئی بڑھادے تو اس کی اذان صحیح ہوگی یا غلط ہوگی؟ تو اس کی وجہ بتائیے۔

جواب: اس اعتراض کا تعلق سنی و دیوبندی اختلافات کی کس سرحد سے ہے معترض کو واضح

کر دینا چاہئے تھا کیوں کہ اہلسنت کے یہاں نہ کبھی ایسی اذان ہوئی جس کے آخر میں محمد رسول اللہ کا اضافہ ہو نہ کسی سنی عالم نے اس کا حکم دیا نہ کسی نے کہا کہ یہ اہلسنت کی پہچان ہے اور ناہی اس کی کوئی گنجائش ہے پھر اس اعتراض کا اس جگہ کیا مطلب ہے ہماری سمجھ سے بالا تر ہے لیکن جب معترض نے پوچھ ہی لیا ہے تو اس کی تسلی کر دینا ہی مناسب ہے۔

اذان کے کلمات میں کمی وبیشی اور پڑھنے کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہے جیسا کہ کتب فقہ سے عیاں ہے لیکن یہ اختلاف محض مسنون وغیر مسنون ہونے کی حد تک ہے عقائد سے اس کا کچھ تعلق نہیں البتہ عندالاحناف اس کے کلمات پندرہ ہیں سوائے فجر کے اور آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے: الاذان خمس عشرۃ کلمۃ آخرۃ عندنا لا الٰہ الا اللہ. کذا فی فتاوٰی قاضی خاں: یعنی ہمارے نزدیک اذان کے پندرہ کلمات ہیں اور آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے (عالمگیری، ج ا ص ۵۵)۔ بدائع الصنائع میں ہے: کیفیۃ الاذان فھو علی الکیفیۃ المعروفۃ المتواترۃ عند عامۃ العلماء وزاد بعضھم ونقص البعض: یعنی اذان کی کیفیت وہی ہے جو معروف ومتواتر طریقے پر عامۃ العلماء کے یہاں رائج ہے البتہ بعض حضرات نے کچھ کمی بیشی بھی کی ہے (البدائع الصنائع۔ ج ا، ص ۱۴۷) بلکہ امام عبد الرحمٰن الجزیری فرماتے ہیں: وھٰذہ الصیغۃ متفق علیھا بین ثلاثۃ من الائمۃ، وخالف المالکیۃ: یعنی اذان کے یہ کلمات مالکیہ کو چھوڑ کر باقی ائمہ کے یہاں متفق علیہا ہیں (کتب الفقہ علی مذاہب اربعۃ۔ ج ا ص ۲۸۲) لہٰذا اذان جس معروف طریقے پر ہوتی ہے اس میں کمی وزیادتی مکروہ ہے کیوں کہ یہ روایت متواترہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ مجمع الانہر میں ہے: یکرہ تغییر الکلمۃ عن وضعھا بزیادۃ حرف، اوحرکۃ، اومد، سواء فی الاوائل، او فی الاواخر: یعنی اذان کے کسی کلمہ کو اس کی اصلی جگہ سے ہٹانا خواہ کسی حرف کی زیادتی کے ساتھ ہو یا حرکت کی یا مد کی چاہے شروع میں ہو یا آخر میں یہ مکروہ ہے (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ج ا ص ۱۱۵)

پس جب اذان متعارف پر زیادتی بصراحت فقہاء مکروہ ہوئی تو لامحالہ اس کے آخر

میں محمد رسول اللہ بڑھانا بھی مکروہ ہوگا جبکہ یہ بڑھانا اتفاقاً ہوا ور اس صورت میں اذان صحیح قرار دی جائے گی مگر اسکا لوٹانا مستحب ہوگا ضروری نہیں ہوگا کیوں کہ بعض لوگوں نے لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ آہستہ پڑھنے کو پسند کیا ہے۔ محیط برہانی میں ہے: ومن الناس من قال: اذا قال: لا الٰہ الا اللہ یقول بعدہٗ محمد رسول اللہ فی نفسہ، فیسمع نفسہٗ: یعنی بعض حضرات نے فرمایا کہ جب اذان کا آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے تو اس کے بعد محمد رسول اللہ بھی آہستہ پڑھے (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی۔ ج ا ص ۳۴۱) اور اگر کوئی کلمہ مبارکہ کو اذان کا جزء سمجھ کر یا قصدا بڑھادے تو اس کی اذان صحیح نہیں قرار دی جائے گی اور اس کا اعادہ ضروری ہوگا کیوں کہ یہ اس اذان کے خلاف ہے جو علی سبیل التواتر منقول ومروج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سوال نمبر-13) یعنی تیرہواں اعتراض: دیوبندی لڑکی کا نکاح اگر بریلوی لڑکا سے ہوجائے یا اسکا الٹا تو نکاح حلال ہوگا یا حرام اور اگر اولاد بھی ہو تو وہ حلالی ہوگی یا حرامی؟ تفصیل سے جواب دیا جائے۔

جواب: پوری دنیا جانتی ہے کہ اللہ ورسول کی شان میں بدترین گستاخیاں کرنے کے سبب باجماع علماء حق حرمین طیبین, دیوبندی عقائد، کے حاملین وقائلین علی العموم کافر ومرتد ہیں جیسا کہ فتویٰ حسام الحرمین اور اس پر تیس سے زائد علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات نیز الصوارم الہندیہ اور اس پر تقریبا ڈھائی سو علماء اہلسنت کی تصدیقات سے ظاہر ہے۔ یہاں بطور ثبوت دیوبندیوں کے کفر وضلالت پر مشتمل عقائد کی ایک مختصر سی فہرست پیش ہے تاکہ اس کی روشنی میں ہمارے لکھنے سے قبل قارئین خود ہی اس کا جواب دیدیں۔

عقیدہ نمبر (ا): اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ (ا) فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۹ مصنف رشید احمد گنگوہی مطبوعہ رحیمیہ کتب خانہ دہلی اشاعت ۱۳۶۳ھ (۲) تالیفات رشیدیہ کتاب العقائد ص ۹۸۔۔۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی روڈ لاہور (۳) تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۵ تحریر خلیل انبٹھوی مرتب عاشق الٰہی مرٹھی مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ رنگ پورہ سیالکوٹ (۴) الجہد المقل ص ۴۱ مصنف محمود الحسن دیوبندی مطبوعہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور اشاعت ۱۴۰۹ھ۔

عقیدہ نمبر (۲): اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندہ کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔(معاذ اللہ) حوالہ۔تفسیر بلغتہ الحیران ص ۱۵۸/۱۵۷ مصنف حسین علی دیوبندی مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور۔

عقیدہ نمبر (۳): شیطان اور ملک الموت کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔براھین قاطعہ ص ۵۱ مصنف خلیل احمد انبٹھوی اشاعت ۱۳۶۵ھ۔

عقیدہ نمبر (۴): اللہ کے نبی ﷺ کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔براھین قاطعہ ص ۵۱ مصنف خلیل احمد انبٹھوی۔

عقیدہ نمبر (۵): حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ایسا علم جانوروں پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔(معاذ اللہ) حوالہ۔حفظ الایمان ص ۷ مصنف اشرف علی تھانوی اشاعت شیخ جان محمد اللہ بخش کتب علوم مشرقی کشمیری بازار لاہور سن اشاعت ۱۹۳۴ء۔

عقیدہ نمبر (۶): نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے برا ہے۔(معاذ اللہ) حوالہ (۱) صراط مستقیم فارسی ص ۸۶ مصنف اسمٰعیل دہلوی مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۳۰۸ھ۔(۲) صراط مستقیم اردو ص ۱۵۰ ناشر سراج الدین سنز لاہور سن اشاعت ۱۹۶۵ء۔

عقیدہ نمبر (۷): لفظ رحمۃ للعلمین رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ان کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمۃ للعلمین کہہ سکتے ہیں۔(معاذ اللہ) حوالہ۔فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲ ج ۲ مصنف رشید احمد گنگوہی رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد و برقی پریس دہلی سن اشاعت ۱۳۵۲ھ۔

عقیدہ نمبر (۸): خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے علم وفہم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔(معاذ اللہ) حوالہ۔تحذیر الناس ص ۳ مصنف قاسم نانوتوی اشاعت کتب خانہ قاسمی دیوبند۔

عقیدہ نمبر (۹): حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔(معاذ اللہ) حوالہ۔تحذیر الناس ص ۲۵

عقیدہ نمبر (۱۰): حضور اکرم ﷺ نے دارالعلوم دیوبند سے اردو پڑھنا سیکھا۔

(معاذ اللہ) حوالہ۔ براہینِ قاطعہ ص ۲۶ مصنف خلیل احمد انبٹھوی مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ۔

عقیدہ نمبر (۱۱): نبی بڑے بھائی ہیں بس ان کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی ہونی چاہیئے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تقویۃ الایمان ص ۵۸ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۱۲): اللہ چاہے تو محمد ﷺ کی طرح کروڑوں پیدا کر ڈالے۔ (معاذ اللہ) حوالہ: تقویۃ الایمان ص ۱۶/۳۰ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۱۳): حضور اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تقویۃ الایمان ص ۵۹ / مصنف اسمٰعیل دہلوی اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی۔

عقیدہ نمبر (۱۴): نبی و رسول سب ناکارہ ہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تقویۃ الایمان ص ۲۹ مصنف اسمٰعیل دہلوی اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی۔

عقیدہ نمبر (۱۵): نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تصفیۃ العقائد ص ۲۵ مصنف قاسم نانوتوی ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔

عقیدہ نمبر (۱۶): نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار (کمی) کرو۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تقویۃ الایمان ص ۶۱/۵ ۳ مصنف اسمٰعیل دہلوی

عقیدہ نمبر (۱۷): بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی بندے بے خبر اور نادان ہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تقویۃ الایمان ص ۳/۲۴ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۱۸): تمام مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ: تقویۃ الایمان ص ۱۴ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۱۹): نبی کو طاغوت یعنی شیطان بولنا جائز۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حوالہ۔ تفسیر بلغۃ الحیران ص ۴۳ مصنف حسین علی دیوبندی مطبوعہ حمایت اسلام پریس۔

عقیدہ نمبر (۲۰): گاؤں میں جیسا درجہ چودھری زمیندار کا ہے ایسا درجہ امت میں نبی کا ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ تقویۃ الایمان ص ۶۱ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۲۱): جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے۔ (معاذ اللہ) حوالہ تقویۃ الایمان ص ۴۱ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۲۲): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حواس ہو گئے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔تقویۃ الایمان ص ۵۵ مصنف اسمٰعیل دہلوی اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی۔

عقیدہ نمبر (۲۳): امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔تحذیر الناس ص ۵ مصنف قاسم نانوتوی اشاعت کتب خانہ قاسمی دیوبند۔

عقیدہ نمبر (۲۴): دیوبندی ملاؤں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلصراط سے گرنے سے بچالیا۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔تفسیر بلغۃ الحیر ان ص ۸ مصنف حسین علی دیوبندی۔

عقیدہ نمبر (۲۵): لاالٰہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا اشرف علی کہنے میں تسلی ہے کوئی خرابی نہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔رسالہ الامداد ص ۳۵/۳۴ مصنف اشرفعلی تھانوی ناشر امداد المتابع تھانہ بھون سن اشاعت ۱۳۳۶ھ۔

عقیدہ نمبر (۲۶): میلاد النبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔براھین قاطعہ ص ۱۴۸ مصنف خلیل احمد انبٹھوی۔

عقیدہ نمبر (۲۷): جو خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے وہی دجال کی ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔ آب حیات ص ۱۶۹، مصنف قاسم نانوتوی، ناشر کتب خانہ قدیمی دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء۔

عقیدہ نمبر (۲۸): رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔تقویۃ الایمان ص ۵۴ مصنف اسمٰعیل دہلوی اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی۔

عقیدہ نمبر (۲۹): اللہ کے روبرو سب انبیاء، اولیاء ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔تقویۃ الایمان ص ۵۴ مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر (۳۰): نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔براھین قاطعہ ص ۳، مصنف خلیل احمد انبٹھوی مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور اشاعت ۱۳۶۵ھ۔

عقیدہ نمبر (۳۱): اللہ کو مانو اور اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔ (معاذ اللہ) حوالہ۔تقویۃ الایمان ص ۱۴، مصنف اسمٰعیل دہلوی اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی۔

عقیدہ نمبر (۳۲): نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے

والا،مدد کے لئے پکارنے والا،نذرونیاز کرنے والا،مسلمان اور کافرابوجہل شرک میں برابر ہیں۔(معاذ اللہ)حوالہ۔تقویۃ الایمان ص ۲۷/۷،مصنف اسمٰعیل دہلوی اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی۔

عقیدہ نمبر(۳۳): درود تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا ناجائز ہے۔(معاذ اللہ)حوالہ۔ فضائل اعمال ص ۵۲/۷۳،مصنف محمد ذکریا کاندھلوی،باب فضائل درود۔

عقیدہ نمبر(۳۴): اسمٰعیل دہلوی کے پیر سید احمد رائے بریلوی کو حضرت مولیٰ علی نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہ زہراء نے (اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑا پہنایا۔ (معاذ اللہ)حوالہ (۱)صراط مستقیم فارسی ص ۱۶۴،مصنف اسمٰعیل دہلوی مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۳۰۸ھ۔(۲)صراط مستقیم اردو ص ۲۸۰۔

عقیدہ نمبر(۳۵): میلاد شریف،عرس شریف،معراج شریف،سوم،چہلم،فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب سب ناجائز مغلظ بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہے۔(معاذ اللہ) حوالہ۔(۱) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰/۱۴۴،ج ۲،مصنف رشید احمد گنگوہی رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد وبرقی پریس دہلی سن اشاعت ۱۳۵۲ھ۔

عقیدہ نمبر(۳۶): کوا کھانا جائز بلکہ ثواب ہے۔(مگر شب برأت کا حلوہ ناجائز ہے)۔(معاذ اللہ)حوالہ۔فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰،ج ۲،مصنف رشید احمد گنگوہی۔

عقیدہ نمبر(۳۷): اللہ کے ولیوں کو اللہ کی مخلوق سمجھ کر پکارنا بھی شرک ہے۔ (معاذ اللہ)حوالہ۔تقویۃ الایمان ص ۷،مصنف اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر(۳۸): نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز ہے۔(معاذ اللہ)حوالہ۔فتویٰ مفتی جمیل احمد تھانوی،جامعہ اشرفیہ لاہور۔

عقیدہ نمبر(۳۹): ہندوؤں کی ہولی دیوالی کا پرشاد کھانا جائز ہے۔(مگر فاتحہ نیاز کا تبرک ناجائز)۔(معاذ اللہ) حوالہ۔فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳،ج ۲۔

عقیدہ نمبر(۴۰): ہندو(مشرک پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے لگائی ہوئی پیاؤ (سبیل) کا پانی جائز ہے۔(مگر محرم میں سبیل حسینی کا پانی جو مسلمان کی جائز کمائی سے ہوتا ہے

ناجائز ہے)۔(معاذ اللہ) حوالہ۔فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۴/۱۱۳ ج ۳ مصنف رشید احمد گنگوہی۔
عقائد مذکورہ میں سے کچھ وہ ہیں جن کا قائل عندالمتکلمین کافر ہے اور جوان کے کفری عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود قائل کو کافر نہ کہے یا اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے بعض وہ ہیں جن کا قائل عندالفقہاء کافر ہے جبکہ کچھ ایسے ہیں جن کا قائل سخت ترین بدمذہب، گمراہ، گمراہ گر اور کفر کے دہانے پر ہے۔لہٰذا وہابی دیوبندی جو کافر و مرتد ہیں ان کے ساتھ کسی کا نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا: کما فی الھندیہ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ، وکذٰلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط: یعنی مرتد کا نکاح نہ تو کسی مرتدہ کے ساتھ جائز نہ مسلمہ سے اور نہ کافرۂ اصلیہ سے اسی طرح مرتدہ کا نکاح بھی کسی کے ساتھ جائز نہیں (عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۳) اور وہ دیوبندی جن کو ان خبیث عقائد کا علم نہیں بلکہ محض ان خبثاء کی ظاہری بناوٹ سے متأثر ہو کر انکے ساتھ ہو گئے ہیں ان کے ساتھ بھی کسی سنی کا نکاح جائز نہیں کیوں کہ وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں: قال اللہ تعالیٰ: ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (سورہ ھود آیت ۱۱۳) و قال رسول اللہ ﷺ: ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم: یعنی اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے ورنہ کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۰): قال رسول اللہ ﷺ: ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوا ھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم: یعنی اگر بدمذہب بیمار پڑ جائے تو عیادت نہ کرو، مرجائے تو وہاں حاضر نہ ہو، ملاقات ہو جائے تو سلام نہ کرو، نہ ان کے ساتھ مجلس کرو، نہ ان کے ساتھ پیو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، نہ ان پر نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ (ابن ماجہ باب فی القدر)
الغرض جب دیوبندی وہابی کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح آپس میں بھی منعقد نہیں

ہوتا اور ان کی اولاد ولد الزنا ہیں تو پھر ایک سنی بریلوی سے اس کا کیا تعلق؟ ہاں ان میں وہ لوگ جو گمراہ ہیں اور ان کی گمراہیت حد کفر تک ابھی نہیں پہنچی تو ان سے رشتہ حرام ہے۔ یعنی فرق یہ ہے کہ جس کی گمرہی حد کفر وارتداد کو یقینی طور پر پہنچ چکی ہے اس کے ساتھ نکاح اصلاً باطل ہے کیوں کہ مرتد کے ساتھ کسی کا بھی نکاح سر سے ہی باطل ہے اور کسی مسلمان عورت کے ساتھ تو اس کا تصور بھی محال۔ ارشاد ربانی ہے: لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن: یعنی مسلمان عورتیں کافروں کو اور کافر عورتیں مسلمانوں کو حلال نہیں۔ (سورۃ الممتحنہ اٰیت ۱۰) عالمگیری میں ہے: (منہا)ماھوباطل بالاتفاق نحوالنکاح فلایجوزلہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولامرتدۃ ولاذمیۃ ولاحرۃ ولامملوکۃ: یعنی مرتد کے ساتھ جو کچھ بالاتفاق باطل ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ مرتد کے ساتھ نہ کسی مسلمہ کا نکاح جائز ہے نہ مرتدہ کا نہ ذمیہ کا نہ آزاد عورت کا نہ باندی کا۔ (عالمگیری ج ۲ص ۲۵۵ باب احکام المرتد) اور شامی میں ہے: نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لایثبت النسب منہ،ولاتجب العدۃ لانہٗ نکاح باطل: یعنی کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا پھر اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا اور جدائی کی صورت میں عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی کیوں کہ کافر کے ساتھ نکاح ہی باطل ہے۔ (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۵۵۵) لہٰذا جب نکاح باطل تو اس سے ہونے والی اولاد بھی حرامی قرار پائے گی جیسا کہ اسی درمختار میں ہے: مایکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح والادہٗ اولاد زنا: یعنی جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس کے ارتکاب سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کی اولاد ولد زنا ہوگی (کتاب الجہاد باب المرتد۔ بحوالہ فتاویٰ رضویہ۔ ج ۱۱ص ۱۵۴)

اور وہ دیوبندی جن کی ضلالت حد ارتداد کو نہیں پہنچی تو وہ فاسق فی العقیدہ ہونے کی وجہ سے گمراہ ہیں جن کے ساتھ بچند وجوہ نکاح جائز نہیں۔ اولاً اس لئے کہ اللہ عزوجل فاسقوں سے دوستی کرنے کو منع فرماتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: واما ینسینك الشیطان فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین: یعنی اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا

دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ (سورۃ الانعام آیت ۶۸) ثانیا۔ اس لئے کہ آقائے کریم نے بدمذہبوں سے دور رہنے کی نصیحت فرمائی: کما قال رسول اللہ ﷺ :ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم: یعنی اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے ورنہ کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم ج ا ص ۱۰) ثالثا۔ اس لئے کہ بدمذہب کسی سنی کا کفو نہیں جیسا کہ شامی میں ہے : لایکون الفاسق کفؤا لبنت الصالحین واعتبر فی المجمع صلاحھا فقال: فلایکون الفاسق کفؤ الصالحۃ وفی الخانیۃ: لایکون الفاسق کفؤا للصالحۃ بنت الصالحین، فاعتبر صلاح الکل: یعنی فاسق صالحین کی لڑکیوں کا کفو نہیں اور مجمع میں لڑکی کی صلاح کا اعتبار کیا گیا ہے اس لئے ان کے نزدیک فاسق صالحہ کا کفو نہیں اور خانیہ میں ہے کہ فاسق صالحین کی صالحہ لڑکیوں کا کفو نہیں ہے لہٰذا سب میں صلاح کا اعتبار ہے۔ (فتاویٰ شامی ج ۴ ص ۲۱۳ باب الکفاءۃ) مقام غور ہے کہ جب فاسق فی العمل کسی نیک لڑکی یا نیک شخص کی لڑکی کا کفو نہیں ہے تو فاسق فی العقیدہ کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا کفو کیسے بن سکتا ہے۔ رابعا۔ اس لئے کہ بدمذہب کے ساتھ مخالطت ومعاشرت سے اپنے دین وایمان کی ہلاکت کا قوی اندیشہ بلکہ یقین ہے اور کسی بدمذہب سے نکاح کا مطلب اپنے دین کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جس سے رب تعالیٰ منع فرماتا ہے : کما قال تعالیٰ: ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ: یعنی اپنے ہی ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (البقرۃ۔ آیۃ ۱۹۵) علاوہ ازیں بدمذہب کے ساتھ شادی بیاہ کرنے میں بے شمار دینی ومذہبی خرابیاں لازم ہیں جن سے بچنا واجب تر ہے۔ لہٰذا جو دیوبندی بدمذہب ہے کافر نہیں اس کے ساتھ بھی کسی سنی کا نکاح جائز نہیں لیکن چونکہ جب تک کفر ثابت نہ ہو اسلام ثابت رہے گا اور جب اسلام ثابت ہوگا تو نکاح بایں معنی منعقد ہو جائے گا کہ گناہِ زنا سے بچ جائیں گے اور اولاد ثابت النسب قرار پائیں گی لیکن اس نکاح کی وجہ سے زوجین میں سے جو سنی ہے وہ گنہگار ضرور ہے۔ واللہ اعلم۔

(سوال نمبر-14) یعنی چودھواں اعتراض: اگر کسی بریلوی آدمی نے اپنی

لڑکی کا نکاح دیوبندی لڑکا سے انجان کی حالت میں کر دیا ہے اب جاننے کے بعد میں کیا کرے لڑکی کو بند کر لے یا زندگی بھر زنا کرنے دے؟ دلائل سے جواب دیں۔

جواب: اللہ ورسول ﷺ کی شان میں سخت ترین گستاخیاں کرنے کے سبب جب یہ قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ دیوبندی کافر و مرتد ہیں جس پر علماء حرمین طیبین سمیت پوری دنیا کے علماء نے اتفاق کیا ہے تو اب ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح سرے سے ہی مطلقا ناجائز و باطل ہے خواہ جان بوجھ کر کرے یا انجان کی حالت میں۔ اس پر فتاویٰ شامی کی عبارت آگے گزر چکی ہے اور صاحب بحر الرائق نے بھی یہی فرمایا کہ: فلا یتزوج المرتد مسلمة ولا کتابیة ولا مرتدة. ولا یتزوج المرتدة مسلم ولا کافر ولا مرتد: یعنی مرتد کا نکاح مسلمہ سے یا کتابیہ سے یا مرتدہ سے جائز نہیں اسی طرح مرتدہ کا نکاح مسلمان سے یا کافر سے یا مرتد سے جائز نہیں۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۶۴) علامہ کاسانی کا بھی یہی فتویٰ ہے: لایجوز نکاحهٗ احدًا لامسلمًا ولا کافرًا ولامرتدا مثلهٗ: یعنی مرتد کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں نہ مسلمان عورت سے نہ کافرہ سے نہ اس کی طرح مرتدہ سے۔ (بدائع الصنائع۔ ج ۲ ص ۲۳۹) اور جب نکاح باطل ہے تو معلوم ہوتے ہی لڑکی پر فرض ہے کہ اس سے فوراً الگ ہو جائے اور لڑکی کے والدین، سرپرست، رشتہ دار و اہل خاندان پر ضروری ہے کہ لڑکی کو فوراً اس مرتد دیوبندی کے چنگل سے نکال لیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

ہاں یہاں اس قدر اجازت ضرور ہے کہ جیسے ہی یہ معلوم پڑے کہ لڑکی کا نکاح جس سے ہوا ہے وہ دیوبندی ہے لیکن ناکح دیوبندی ہونے کا انکاری ہے جیسا کہ عام طور پر وہ لوگ کرتے ہیں تو اس صورت میں فورا اس پر دیوبندیوں کے کفریہ عقائد پیش کئے جائیں اب اگر ان عقائد سے وہ بقسم انکار کرے اور ان کے قائلین کو کافر تسلیم کرے تو احتیاطاً توبہ وتجدید ایمان کرانے کے بعد اطمنان کے لئے دوبارہ نکاح پڑھا کر لڑکی کو اس کے ساتھ رہنے دیں مگر شرط ہے کہ ناکح دیوبندیوں وہابیوں سے کلی طور پر دور رہنے کا پختہ عہد کرے اور اپنے اس عہد پر قائم رہے: قال اللہ تعالیٰ واما ینسئنك الشیطان فلاتقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین: حکم شرع یہ بھی ہے کہ اگر اس کا

صرف گمراہ ہونا ثابت ہو اور اس سے وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ پر فوراً اعتماد نہ کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کا اثر اس پر ظاہر ہو جائے: كما في الهندية: الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادته مالم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبة والصحيح ان ذالك مفوض الى رأي القاضي: (عالمگیری ج ۳ ص ۴۶۸)

اور اگر بتانے کے باوجود وہ نہ مانے یعنی دیوبندی فرقہ کو برحق تسلیم کرے تو سمجھ لیں کہ یہ بھی انھیں مرتدوں میں سے ہے لہٰذا لڑکی کے والدین یا اس کے سرپرست و دیگر ذمہ داروں پر ضروری ہے کہ وہ لڑکی کو روک لیں اور خود لڑکی پر بھی فرض ہے کہ اس مرتد کے ساتھ جانے سے انکار کرے کیوں کہ جب اس مرتد کے ساتھ نکاح ہی باطل ہے تو اس کے ہمراہ رہنے کی کوئی وجہ نہیں، رہے گی تو مرتکب کبیرہ اور اس کو برحق سمجھ کر رہے گی تو خود اس پر بھی حکم ارتداد عائد ہوگا ایسی صورت میں بھی دونوں کا نکاح باطل جیسا کہ گزرا۔ لہٰذا لڑکی اپنے دین و ایمان کی سلامتی لیکر الگ ہو جائے اور چاہے تو کبھی بھی کسی سنی مسلمان کے ساتھ نکاح کرکے اپنی دنیا و آخرت دونوں آباد کرے: قال صاحب البحر، وارتداداحدهما فسخ في الحال يعني فلايتوقف على مضيي الثلاثة قروء في المدخول بها،ولاعلى قضاء القاضي لأن وجودالمنافي يوجبه كالمحرمية: یعنی زوجین میں سے کسی ایک کے ارتداد سے بھی نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے یعنی اب مدخول بہا کے حق میں نہ تو تین حیض کے گزرنے کا انتظار کیا جائے گا اور نہ قضائے قاضی کا کیوں کہ وجود منافی فسخ نکاح کو لازم کرتا ہے محرمہ کی طرح ۔(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۷۳) ذرا سوچئے جب نکاح کے بعد اگر شوہر معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو فوراً نکاح باطل ہو جاتا ہے تو جس پر پہلے ہی سے شبہ تھا اور بعد میں ثابت بھی ہو گیا تو اس کے ساتھ لڑکی کو بحیثیت بیوی رہنے دینا یہ زنا پر اعانت ہی تو ہے؟ لہٰذا تحقیق حال کے بعد اگر شوہر کا ارتداد ثابت ہو جائے تو لڑکی کو اس کے گھر کے لوگ وجوبی طور پر روک لیں گے۔ واللہ اعلم۔

یہاں یہ تبصرہ کئے بغیر آگے بڑھنا مناسب نہ ہوگا کہ دیوبندیوں کو بھی اپنے کفر کا اقرار ہے ورنہ یہ نہ پوچھا جاتا کہ لڑکی کو بند کرلے یا زنا کرنے دے؟ کیوں کے یہاں

دو ہی صورت بچتی ہے یا تو لڑکی کو اس کے گھر والے روک لیں یا زنا کرنے دیں۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔

ع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

(سوال نمبر-15)یعنی پندرہواں اعتراض: اگر دیوبندی نکاح پڑھادے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ جواب دیں۔

جواب: معترض کو اس حکم شرعی سے بیگانہ نہیں ہونا چاہئے کہ نکاح کا شمار عبادات میں نہیں معاملات میں ہوتا ہے اور معاملات میں کافر و مرتد کی وکالت جائز ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہی تجوز وکالۃ المرتد بأن وکّل مسلم مرتدًا (فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۶۲) تو نکاح پڑھانے کا معاملہ تو اس سے بھی ہلکا ہے کیوں کہ نہ یہ فعل عبادت ہے اور نہ نکاح پڑھانے والے کو وکیل بنایا جاتا ہے نا ہی یہاں کسی پڑھانے والے کا ہونا شرط ہے بلکہ اس سے بس مدد لی جاتی ہے اس لئے کسی مسلمان کا نکاح اس کے ارکان و شرائط پائے جانے کی صورت میں بہر حال منعقد ہو جائے گا چاہے پڑھانے والا کوئی کافر، مشرک، یا کوئی مرتد دیوبندی ہی کیوں نہ ہو۔یہی ہمارے عظیم مجدد قدس سرہٗ کا فتویٰ ہے جس پر جملہ اہلسنت والجماعت کو اعتماد کلی حاصل ہے الحمدللہ۔آپ لکھتے ہیں: اس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہئے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعاً معیوب ہے۔قال تعالیٰ: فلا تقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین: (یعنی یاد آنے پر ظالم لوگوں کی مجلس میں مت بیٹھو) نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اس سے مدد لینا۔آگے حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ مگر پڑھائے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا کہ وہ صرف الفاظ ایجاب و قبول کہلوانے والا ہے، کہنے والے خود عاقدین یا ان کے اولیاء یا وکلاء، جب تو ظاہر ہے کہ اسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں تو اس کے کفر و اسلام یا بلوغ یا عدم بلوغ سے عقد پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کرے گا تاہم صحت وکالت کے لئے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں، عاقل ہونا درکار وہ حاصل ہے۔(فتاویٰ رضویہ۔ج ۱۱ص ۱۷۲) مگر چونکہ دیوبندی سے نکاح

پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم جائز نہیں اس لئے کسی دیوبندی مولوی سے نکاح پڑھوانا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سوال نمبر-16) یعنی سولھواں اعتراض: اگر کوئی بریلوی مولوی کسی دیوبندی کا نکاح جائز سمجھ کر پڑھا دے تو اس کا کیا حکم ہے نکاح پڑھانے والا بریلوی مولوی کا نکاح رہے گا یا اس کی بیوی کو طلاق پڑ جائے گی؟ جواب دیا جائے۔

جواب: کسی بریلوی عالم کے لئے وہابی، دیوبندی کا نکاح پڑھانا جائز نہیں کیوں کہ دیوبندی وہابی اپنے خبیث ترین عقائد کفریہ رکھنے کے سبب علی العموم کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں: کما فی الھندیہ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ، وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط: (عالمگیری ج ا ص ۲۶۳) اب اگر پڑھانے والا دیوبندی مرتد کے نکاح کو اس کے عقائد شنیعہ کفریہ قطعیہ کو جانتے ہوئے بھی جائز سمجھ کر پڑھائے تو یقینا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی کیوں کہ ایسی صورت میں گویا اس نے ایمان و کفر کو ایک جانا جو کفر صریح ہے۔ عالمگیری میں ہے: من اعتقد ان الایمان والکفر واحد فھو کافر کذا فی الذخیرۃ: یعنی جس نے ایمان و کفر کو ایک جانا تو وہ کافر ہے ایسا ہی ذخیرہ میں ہے (فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ ج ۲ ص ۲۵۷) اور اگر ناجائز سمجھ کر پڑھایا تو اگر چہ وہ کافر قرار نہیں دیا جائے گا جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹنے کا حکم بھی نہیں ہوگا مگر اس پر علی الاعلان توبہ واجب ہے اور احتیاطا تجدید ایمان و نکاح بھی۔ کماقال اللہ تعالیٰ: واما ینسینك الشیطان فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (سورۃ الانعام آیت ۶۸ ترجمہ کنزالایمان) اور اگر انجانے میں دھوکہ سے پڑھا دیا تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہاں جب بھی اس کو سچائی کا علم ہو فوراً توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سوال نمبر-17) یعنی سترہواں اعتراض: اولیائے کرام کے مزاروں کی

زیارت کے لئے عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیں

جواب: زیارت قبور فی نفسہ جائز و مستحسن ہے مسلم شریف کی حدیث ہے: قال رسول اللہ ﷺ کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ : ترجمہ۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو زیارت قبور سے منع کرتا تھا مگر اب تم قبروں کی زیارت کرو۔(مسلم ،ج ا،ص ۳۱۴) دیوبندی مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں۔قبروں پر کبھی کبھی جا کر دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کرنا اور اسلاف کو یاد کرنا بھی ثواب ہے۔(فتاویٰ محمودیہ۔ج ۳،ص ۲۲۷)

اور مزارات اولیاء کی زیارت تو سلف صالحین کا ایک وظیفہ ہی ہے البتہ مزارات پر عورتوں کی حاضری کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف نفس زیارت کے اعتبار سے نہیں کچھ عوارض کی وجہ سے ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی حنفی فرماتے ہیں :واما النساء اذا اردن زیارۃ القبور ان کان ذالك لتجدید الحزن والبکاء والندب کما جرت به عادتھن فلا تجوز لھن الزیارۃ علیه الحدیث الصحیح لعن اللہ زائرات القبور وان کان بلا اعتبار والترحم والتبرك بزیارۃ قبور الصالحین من غیر ما یخالف الشرع فلا بأس به اذا کن عجائز و کرہ ذالك للشابات کحضور ھن فی المساجد للجماعۃ وحاصله ان محل الرخص لھن اذا کانت الزیارۃ علی وجه لیس فیه فتنۃ : ترجمہ۔زیارت قبور سے اگر عورتوں کا ارادہ آہ و بکا کا اعادہ کرنا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہوتی ہے تو ان کے لئے زیارت قبور کرنا جائز نہیں اور حدیث پاک ”زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو“اس کا اطلاق انہیں عورتوں پر ہوگا اور اگر ان کا مقصد عبرت حاصل کرنا یا رحمت طلب کرنا یا برکت حاصل کرنا ہے دراں حالیکہ شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے تو بوڑھی عورتوں کیلئے زیارت قبور کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ جوان عورتوں کیلئے مکروہ ہے جیسا کہ جماعت میں شرکت کیلئے ان کا مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔(حاشیہ طحطاوی ص ۶۲۰)

حضرت امام ابن حجر فرماتے ہیں: و اختلف فی النساء فقیل دخل فی

45

عموم الاذن و هو قول الا کثر و محله ما اذا أمنت الفتنة و یؤید جواز حدیث الباب و موضع الدلالة منه انه صلی اللہ علیه وسلم لم ینکر علی المرأة قعودها عند القبر و تقریرہ حجة: ترجمہ۔عورتوں کے حق میں زیارت قبور کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ اذن کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں اور یہی اکثر علماء کا قول ہے مگر اس کا محل یہ ہے کہ جب وہ فتنہ سے مامون ہوں اور اس کے جواز پر اس باب کی حدیثیں دلالت کرتی ہیں ۔اور موضع استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پاس ایک عورت کے بیٹھنے پر نکیر نہیں فرمائی جبکہ آپ کی طرف سے کسی چیز کو ثابت رکھنا (انکار نہ فرمانا) حجت و دلیل ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۸)

مشہور دیوبندی مولوی ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں ۔باب زیارت القبور۔غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مَردوں کے لئے تو مطلقا قبرستان میں جانا جائز ہے اور عورتوں کے لئے اگر فتنہ کا اور جزع فزع کا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے اور دوسرا قول جو راجح ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مطلقا منع ہے البتہ نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر سب کے نزدیک عورتوں اور مَردوں کی حاضری مستحسن ہے۔(الخیر الجاری شرح صحیح البخاری۔ج ۲،ص ۳۰۲)

قدیم فقہاء نے شرائط و قیود کے ساتھ عورتوں کے لئے زیارت قبور کو جائز لکھا ہے جس کے قائل علماء دیوبند بھی ہیں (تفصیل ہماری کتاب ,, المذہب المشہور فی زیارۃ القبور،، میں دیکھیں) لیکن نفس جواز جن قیود و شرائط کے ساتھ ثابت ہے اس کا وقوع اب نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔جیسا کہ ہمارے محسن حامی سنت ماحی بدعت قاطع کفر وضلالت امام اہلسنت مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ,, پھر نفس زیارت قبر جس کے لئے عورت کا خروج نہ ہو اس کا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط ان کا اجتماع نظر بعادت زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔تو سبیل اسلم اس سے بھی روکنا ہے (فتاویٰ رضویہ،ج ۹ ص ۵۶۳)۔امام مزید فرماتے ہیں :اول :معلوم ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جماعتوں کی حاضری عورتوں کے لئے مطلقا ممنوع ہے اگرچہ بوڑھی عورت ہو اور اگرچہ رات کو نکلے تو یہی حکم زیارت قبور میں بھی ہوگا بلکہ یہاں بدرجہ اولیٰ ہوگا (فتاویٰ

رضویہ ج ۹ ص ۵۶۲ / ۵۶۳)

حاصل بحث یہ ہے کہ اب عورتوں کے لئے زیارت قبور کراہت تحریمی کے ساتھ ناجائز ہے اور معترضین اگر یہ سمجھتے ہیں کہ مزارات پر عورتوں کا جانا شاید اس لئے ہو رہا ہے کیوں کہ علماء اہلسنت اس کو جائز کہتے ہیں تو یہ ان کی سخت نادانی و بدگمانی ہے بلکہ سچائی یہ ہے کہ عورتوں کو مزارات سے روکنے کی وجہ سے اکثر مزارات کے مجاورین ہمیں سخت برا جانتے ہیں لہٰذا اگر جری و ہٹ دھرم عورتیں مزارات پر جاتی ہیں تو اس کا الزام ہمارے اوپر نہیں۔ واللہ اعلم۔

(سوال نمبر-18) یعنی اٹھارہواں اعتراض: جلوس محمدی کب ایجاد ہوا اور اس میں شریک ہونا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ جواب دیا جائے۔

جواب: ع۔ نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

جلوس محمدی کے سلسلے میں یہ بات ہمارے مخالفین بھی خوب جانتے ہیں کہ ہم لوگ جلوس فرض یا واجب سمجھ کر نہیں نکالتے بلکہ مستحب ہی جانتے ہیں اس کا بنیادی مقصد ہے اظہار و پیغام مسرت جس کا تعلق اللہ کے اس عظیم الشان محبوب سے ہے جن کا مداح خود صاحب قرآن ہے۔

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے پھر کب ممکن ہو مدحت رسول اللہ کی ﷺ

البتہ دور حاضر میں اس کے اندر ایک اور حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا مظاہرہ ہو جاتا ہے نیز اس درمیان شرکاء جلوس کے ذہن میں حضور اقدس ﷺ کا خیال موجزن رہتا ہے جو آباد ذہنوں کا سب سے عظیم ترین سرمایہ ہے اور بے شک دشمنان مصطفیٰ ﷺ کو یہ گوارہ نہیں کہ ان کا ذکر پاک ہمہ وقت ہو بلکہ ان کا مشغلہ تو یہ ہے کہ جب کبھی کوئی آقا ﷺ کی یاد منانے کی کوشش کرے تو بدعت بدعت کی رٹیں لگا کر اس کار خیر سے اسے باز رکھا جائے حالاں کہ ذکر محبوب ﷺ سنت باری تعالیٰ ہے اور اس سے روکنے والے لوگ ہی سب بڑے بدعتی اور لعنتی ہیں۔

بہر حال یہاں جلوس محمدی ﷺ کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل معترض کو جلوس کا معنی ومفہوم بتادوں تاکہ اس کو سمجھنے میں آسانی ہو۔اردو زبان کی مشہور ڈکشنری فرہنگ آصفیہ میں ہے: جلوس۔ع،اسم مذکر(۱)نشست۔بیٹھک (۲)تخت نشینی۔راج گدی۔راج تلک (۳)ا، بمعنی جِلو۔شاہانہ حشم۔بھیڑ بھڑ کا۔کرّ وفر۔تجمل۔شان وشوکت۔تزک۔امیروں اور بادشاہوں کی سواری (فرہنگ آصفیہ۔ج ۲،ص ۴۶) فیروز اللغات میں جلوس کا معنی یہ لکھا ہے ,, بہت سے لوگوں کا کسی خاص موقع پر اکٹھا ہوکر بازاروں سے گزرنا(فیروز اللغات کلاں،ص ۲۵۵) جلوس کا معنی جب متعین ہوگیا تو دیکھنا یہ ہے کہ بازاروں سے بہت سے لوگوں کا اکٹھا ہوکر شان وشوکت اورتزک واحتشام کے ساتھ گزرنا جائز ہے یاناجائز،ظاہر ہے جب تک انکے گزرنے کا مقصد نہ معلوم کرلیا جائے اس وقت تک ناجائز ہونے کا کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا کیوں کہ اصل اباحت ہے اور جب تک گزرنے کا مقصد نہ واضح ہوتو ثواب کا حکم بھی نہیں دیا جاسکتا اس لئے الامور بمقاصدھا کے تحت ہی اس کے متعلق جائز یاناجائز کا حکم آئے گا۔

ہم سب روز مرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ لوگ آئے دن جلوس نکالتے رہتے ہیں خود دیوبندی تنظیمیں کبھی جمیعت کے بینر تلے کبھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کی قیادت میں بات بات پر جلوس نکالنے کا زبردست ریکارڈ اپنے نام رکھتی ہیں جس میں دیوبندی جماعت کے بڑے بڑے شیوخ،علماء،مفتی و پیر سبھی بلاکسی تردد کے شریک ہوتے ہیں وہ بھی تداعی کے ساتھ دن، تاریخ،وقت کا تعین کرکے پوسٹر واشتہار دیکر لاکھوں کروڑوں خرچ کرکے مگر آج تک وہ اس کے جواز پر ایک حدیث بلکہ فقہ کا ایک جزیہ بھی نہ دیکھا سکے اس کے باوجود ان کے یہاں یہ فعل کارثواب کے طور پر جاری ہے اورکسی کو اعتراض کرنے کا حق بھی حاصل نہیں کیوں کہ وہ اپنے زعم میں دین کے تحفظ یا مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے ایسا کرتے ہیں۔سوچنے والی بات یہ ہے کہ اپنے حساب سے کسی بات کو دینی مقصد قرار دیکر اس کے لئے جلوس نکالا جائے تو اس پر نہ بدعت وناجائز کا فتویٰ اور نہ ایسا کرنے والے پر گمراہ و بدعتی ہونے کا حکم نہ ان سے کسی دلیل شرعی کا مطالبہ نہ عہد صحابہ سے اس کی نظیر لانے پر زور۔لیکن مقصود کائنات محمد مصطفیٰ اروا حنا فداہ ﷺ کے نام پر اگر جلوس نکلا جائے تو یہی لوگ

غیظ وغضب سے آنکھ بھوں چڑھا کر، ناک نتھنے سکوڑ کر اور ہونٹ منہ ٹیڑھا کر کے ناجائز ناجائز اور بدعت بدعت کی چیخیں لگاتے ہوئے نہایت ہی بے شرمی کے ساتھ سڑکوں پر نکل پڑتے ہیں اور یہاں وہ سارے اصول وضوابط نسیاً منسیا کر دیتے ہیں جو دوسری جگہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے بروئے کار لاتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا دیوبندی فرقے کا کوئی ذمہ دار یہ بتانے کو تیار ہے کہ انصاف کا یہ دوہرا پیمانہ اس کے یہاں آخر کس بنیاد پر اپنایا گیا ہے اور کیا وہ یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ عداوت رسول کا الزام دیوبندی جماعت پر غلط نہیں ہے۔

میں اگر یہ کہوں کہ دیوبندی برادری کو رسول اللہ ﷺ سے انتساب کر کے کوئی بھی عمل دیکھنا گوارہ نہیں اگر چہ وہ فی نفسہ کتنا ہی عمدہ اور پاکیزہ کیوں نہ ہو، تو میرا یہ کہنا سوفیصد درست ہوگا ورنہ دیکھئے کہ ان کے یہاں کھڑے ہو کر تھانوی صاحب، گنگوہی صاحب و دیگر اکابر دیوبندی کی منقبت خوانی کی جائے یا ترانہ دارالعلوم دیوبند پڑھا جائے تو عین مطابق شرع اور اہلسنت کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت میں صلواۃ وسلام پڑھ لے تو بدعت، ان کے یہاں گاڑیوں پر حفاظت کے لئے غلاف چڑھا رہے تو کوئی بات نہیں اور ہمارے یہاں احترام کے واسطے مزارات اولیاء پر غلاف ڈالا جائے تو ناجائز، ان کے یہاں بہائم کے لئے علم غیب مان لیا جائے تو عین توحید اور ہمارے یہاں انبیاء اولیاء کو باعطائے الٰہی عالم غیب مان لیا جائے تو شرک، ان کے یہاں کسی میٹنگ کے لئے دن اور وقت متعین کر کے لوگوں کو بلایا جائے تو دین کا کام اور ہمارے یہاں ایصال ثواب کے لئے لوگوں بلایا جائے تو سخت حرام، ان کے یہاں ہر سال تزک واحتشام کے ساتھ جلوس مدح صحابہ نکالا جائے تو حب صحابہ کی دلیل ہے اور ہمارے یہاں جلوس محمدی ﷺ نکالا جائے تو دین کی تذلیل ہے:

استغفراللہ العظیم: جہالت نفسانیت اور فکر دیوبندیت پر مبنی اسی سوچ نے مسلمانوں میں تفرقہ اور نفرت کا ایسا زہر گھول دیا ہے کہ اس کا تدارک ناممکن سا ہو کر رہ گیا ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کو جتنا نقصان پہنچ رہا ہے اس سے کہیں زیادہ دیوبندی برادری کو فائدہ پہنچ رہا ہے جو اُن کا مطمح نظر ہے۔

یہ سوال کہ جلوس محمدی ﷺ کب ایجاد ہوا، اس جگہ بالکل بے معنی ہے کیوں کہ اس کا تعلق

جواز وعدم جواز سے نہیں ہے اور بحث یہاں جواز وعدم جواز کی چل رہی ہے لیکن پھر بھی اسکی روشن تاریخ یہ کہہ رہی کہ جس دن آقائے کریم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم اس دھرتی پر جلوہ فراز ہوئے ٹھیک اسی دن اسی ٹائم پر اللہ عزوجل کے مقرب فرشتوں نے جلوس محمدی نکال کر جشن ولادت منایا جیسا کہ مشہور محدث حضرت حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: واخرج ابو نعیم عن عمرو بن قتیبة قال: سمعت ابی وکان من اوعیة العلم قال: لما حضرت ولادة آمنة ،قال اللہ لملائکته افتحوا ابواب السماء کلها وابواب الجنان کلها، وامر اللہ الملائکة بالحضور ،فنزلت تبشر بعضها بعضا،وتطاولت جبال الدنیا ،وارتفعت البحار وتباشر اهلها فلم یبق ملك الا حضر : یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آپہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ آسمان کے تمام دروازے اور جنت کے تمام دروازے کھول دو! اور اللہ عزوجل نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ جائے ولادت پر حاضر ہو جاؤ، پس فرشتے ایک دوسرے کو خوشخبری سناتے ہوئے آسمان دنیا سے اتر آئے یہاں تک کہ کوئی بھی فرشتہ حاضر ہونے سے باقی نہ رہا،اور دنیا کے تمام پہاڑ مسرت سے پھیل گئے،سمندر مارے خوشی کے اچھل پڑے اور اس کے رہنے والے ایک دوسرے کو خوشخبری سنانے لگے حتیٰ کہ کوئی فرشتہ ایسا نہیں رہا جو حاضر نہ ہوا ہو۔(الخصائص الکبریٰ،ج ا،ص ۸۰)

محدث جلیل علامہ ابن حجر قدس سرہٗ لکھتے ہیں: قال فلما فرغ جبرئیل علیه السلام من اهل السموات امره اللہ ان ینزل الی الارض فی مأة الف من الملائکة فیتفرقون فی الارض وعلی رؤس الجبال والجزائر والبحار وسائر الاقطار حتیٰ بشروا اهل الارض السابعة السفلیٰ ومستقر الحوت فمن علم اللہ منه القبول جعله تقیانقیاطاهرا زکریا: یعنی جب حضرت جبریل علیہ السلام اہل آسمان سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم فرمایا کہ ایک لاکھ فرشتوں کو لیکر زمین پر اترو اور یہ فرشتے زمین کے گوشوں، پہاڑوں کی چوٹیوں، جزیروں، سمندروں اور اطراف عالم میں پھیل جائیں یہاں تک یہ ساتوں زمینوں

اور مچھلیوں کے ٹھکانوں تک کے رہنے والوں کو میلاد النبی ﷺ کی خوشخبری سنائیں تو جو اس بشارت کو قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اسے متقی و پرہیزگار بنا دے گا۔ (النعمۃ الکبریٰ علی العالم، ص ۳۰)

اب معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ عمل تو فرشتوں کا ہے کیا کسی صحابی نے بھی اس وقت جلوس نکال کر جشن ولادت منایا؟ تو ہم کہیں گے کہ اس وقت تو آقا ﷺ کو من حیث النبی کوئی انسان جانتا ہی نہیں تھا اور صحابہ کا وجود اعلان نبوت کے بعد ہے تو اس وقت کسی صحابی کی طرف سے جلوس محمدی ﷺ نکالنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ ضرور ہے کہ جب جماعت صحابہ وجود میں آئی تو ان پر سب سے اہم ذمہ داری دین حق کی تبلیغ و اشاعت تھی نہ کہ جلوس نکالنا البتہ انھوں نے جلوس محمدی ﷺ نکالنے کا عملی ثبوت بھی پیش کر دیا چنانچہ مسلم شریف کی یہ حدیث ہے، صحابی کا بیان ہے: فقدمنا المدینۃ لیلا فتنازعوا ایھم ینزل رسول اللہ ﷺ فقال انزل علی بنی النجار اخوال عبد المطلب اکرمھم بذالك فصعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادونا یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ: یعنی جب رسول اللہ ﷺ کا مبارک قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا تو لوگ آپس میں اس بات کو لیکر گویا جھگڑنے لگے کہ حضور ﷺ ہمارے یہاں تشریف فرما ہوں گے اتنے میں کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ بنو نجار کے یہاں تشریف رکھیں کیوں کہ وہ حضرت عبد المطلب کا ننیہال ہے اس لحاظ سے وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ان کو مکرم کریں، پھر اسکے بعد مرد و عورت سب گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے وخدام راستوں میں پھیل گئے دراں حالیکہ وہ یہ نعرہ لگا رہے تھے یا رسول اللہ یا محمد، یا رسول اللہ یا محمد۔ (مسلم۔ ج ۲، ص ۴۱۹)

ممکن ہے کہ معترض اس مقام پر اپنی جماعت کا وہ پرانا اعتراض دوہرائے کہ اگر جائز ہے تو صحابہ نے اپنے دور میں ہر سال بارہ ربیع الاول کے موقع پر جلوس محمدی کیوں نہ نکالا؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ اعتراض اس وقت قابل اعتناء ہو سکتا ہے جبکہ ہم لوگ جلوس محمدی ﷺ کو فرض یا واجب یا سنت کا درجہ دیتے لیکن جب ہمارے یہاں اس کا درجہ فقط مستحب تک ہے تو اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ کہیں سے اس کی ممانعت ثابت

نہ ہو اور یقیناً اس کی ممانعت پر کوئی کمزور دلیل بھی کسی کے پاس نہیں ہے تو ایسی صورت میں فرمان آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے: مارأی المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن: کی وجہ سے اس کا استحبابی حیثیت اپنی جگہ متعین ہے جس کی وجہ سے عاشقان خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال آمد عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی میں جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نکالتے ہیں اور نکالتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحمد اللہ تعالیٰ دلائل کی روشنی میں جب ہم نے جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرعی حیثیت واضح کر دی کہ اس کا نکالنا مستحب ہے تو اہل فہم پر خود بخود عیاں ہو گیا کہ اس میں شریک ہونا بھی مستحب ہی ہے فرض یا واجب نہیں اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے لہٰذا دیوبندیوں کو چاہیئے کہ اپنی بدگمانی کا اچھی طرح علاج کرائے تا کہ ان کے فتنہ وفساد سے مسلمان محفوظ رہیں۔ یاد رہے کہ معترض نے جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جائز مان لیا ہے کیوں کہ اس نے اس کے جواز وعدم جواز کے متعلق نہیں بلکہ اس کے شرعی درجہ کے متعلق پوچھا ہے کہ مستحب ہے یا سنت ہے یا واجب ہے یا فرض ہے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ کوئی بھی چیز پہلے جائز ہوتی ہے پھر دلائل کے اعتبار سے اس کا مقام ومرتبہ متعین ہوتا ہے۔ پھر بھی اگر معترض انکار پر اڑا رہے تو ہم کو مضر نہیں کیوں کہ اس کے بڑوں نے جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جائز مان لیا ہے جیسا کہ دیوبندی جماعت کے محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مفتی فرید پاکستانی سے استفتاء ہوا کہ ''جلوس عید میلاد النبی کا کیا حکم ہے؟'' تو مفتی صاحب نے فتویٰ دیا ''الجواب: جائز ہے جبکہ منکرات سے خالی ہو'' (فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ، ج ۱ ص ۳۱۵)

اب اختتام کلام میں ٹھیک معترض کے انداز میں ہم بھی ایک اعتراض اس پر بطور قرض چھوڑتے ہیں کہ دار العلوم دیوبند کا ایجاد کب ہوا؟ اس میں تعلیم حاصل کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ تبلیغی الیاسی جماعت کا ایجاد کب ہوا اس میں جانا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ خود معترض کی انجمن کا ایجاد کب ہوا؟ اس کا ممبر بننا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ داسپاڑ اعلاقہ میں دیوبندیوں کے مدرسوں کا ایجاد کب ہوا؟ اس میں پڑھنا پڑھانا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ جواب دیا جائے۔

(سوال نمبر-19) یعنی انیسواں اعتراض: اولیاء کرام کی قبروں پر چادر

چڑھانا کب سے ایجاد ہوا کیا یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ جواب دیا جائے۔

جواب: اس جگہ معترض نے ایک بار پھر اپنی اسی فطری جہالت کا مظاہرہ کیا ہے جو اس سے قبل کر چکا ہے کیوں کہ جب اس کو تسلیم ہے کہ یہ جائز ہے تو اب یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ دراں حالیکہ اس کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مزارات پر چادر صرف مستحب سمجھ کر چڑھائی جاتی ہے ورنہ اگر ہمارے کسی عالم نے چادر چڑھانے کو فرض و واجب کہا ہو تو ثبوت پیش کرے۔

پوری دنیا جانتی ہے کہ دیوبندیوں کا مزارات اولیاء کی چادر کو نشانہ بنانا اصل میں ان کی اولیاء دشمنی کے سبب سے ہے کیوں کہ یہ ایسا ملعون فرقہ ہے جس میں عشق رسول وحب اولیاء کو چھوڑ کر سب کچھ جائز ہے ایسوں کو ہی اللہ عزوجل نے چیلنج فرمایا: من عادلی ولیا فقد اذنتہٗ بالحرب: لیکن اولیاء کرام کے ساتھ اہلسنت کے عشق ومحبت کا رشتہ ایسا مضبوط ہے کہ اللہ عزوجل نے آستانہ اولیاء کی ساری رونقین اہلسنت کو مقدر فرمادیا ہے اسی لئے شرع مطہرہ کے دائرے میں رہ کر ہم سب ان کی امتیازی شان کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ مزارات صالحین پر چادر ڈالنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

مزارات صالحین پر چادر ڈالنے کو لیکر دیوبندی حضرات خوب واویلا مچاتے ہیں یہاں تک اسے شرک سے تعبیر کر دیتے ہیں لیکن آج تک وہ اس کی حرمت یا ممانعت پر کوئی دلیل نہ دیکھا سکے اور نہ کبھی دیکھا سکتے ہیں کیوں کہ اباحت بہر حال ثابت ہے نیز ہمارے اکابر نے انھیں بہت پہلے یہ باور کرا دیا ہے کہ ہم مزارات اولیاء پر چادر کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صاحب مزار کی وقعت وعزت کا اظہار اور ان کی قبروں کو دیگر قبور سے ممتاز کرنے کے لئے ڈالتے ہیں ورنہ اگر صرف دلیل اباحت کی وجہ سے ہمارا یہ عمل سب کے حق میں عام ہوتا تو ہر کس وناکس کی قبر پر چادر ڈالے رکھتے لیکن چونکہ ہم اس فعل کو بزرگان دین کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اس لئے کسی اور کی قبر پر چادر ڈالنے پر ہماری طرف سے بھی ممانعت ومخالفت ہے۔ جس کے قائل معترضین بھی ہیں۔

اب اس کی اباحت بلکہ استحبابیت پر دلیل ملاحظہ کیجئے۔ ذخیرہ میں ہے: الافضل

فی تعلیم القبران یکون بوضع صخرۃ شاخصۃ عند رأس القبر، کمافعل النبی ﷺ بقبرعثمان بن مظعون وھذا ھوقول اکثر الفقھاء الذین قالوا بجواز التعلیم اوباستحبابہ: یعنی بطور پہچان قبر کے سرہانے پر کسی بڑے پتھر کا رکھنا افضل ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر رکھا تھا یہی اکثر فقہاء کا قول ہے بلکہ انھوں نے قبر کی پہچان کے لئے کسی چیز کے رکھنے کو جائز و مستحب قرار دیا ہے۔(الذخیرۃ ج ۲ ص ۴۷۸) مواھب الجلیل میں ہے:وذکروا ایضا انہ یجوز الاعلام بوضع الخشبۃ والعودونحو ذالك: یعنی فقہاء نے بطور امتیاز ونشانی کسی لکڑی وغیرہ رکھنے کو بھی جائز کہا ہے۔(مواھب الجلیل ج ۲ ص ۲۴۷) یہ دونوں عبارتیں اگرچہ فقہاء مالکیہ سے منقول ہیں مگر بطور ثبوت عدم حرمت کافی ہیں اور: ماراٰی المسلمون حسنافھوعنداللہ حسن (مسند امام احمد ج ۳ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۳۶۰۰) سے اس کا استحباب ظاہر ہے نیز اس بارے میں فقہاء اربعہ کا اختلاف محض کراہت وعدم کراہت میں ہے وہ بھی عام لوگوں کی قبر کے متعلق ۔رہی بات اولیاء وصالحین کے مزارات کے متعلق تو خود ان ائمہ کرام کے مزارات پر آج تک چادر پوشی ہوتی آرہی ہے مگر کسی خوش عقیدہ نے اس کے خلاف ان بزرگوں کا کوئی فتویٰ نہ پیش کیا نہ کسی کو ملا بلکہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ مزارات اولیاء پر چادر ڈالنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ولٰکن نحن الآن نقول ان کان القصدبذالك التعظیم فی اعین العامۃحتیٰ لایحتقروا صاحب ھٰذا القبرالذی وضعت علیہ الثیاب والعمائم ولجلب الخشوع والادب لقلوب الغافلین الزائرین لان قلوبھم نافرۃ عن الحضور والتأدب بین یدی اولیاء اللہ تعالیٰ المدفونین فی تلك القبور ، کما ذکرنا من حضور روحانیاتھم المبارکۃ عند قبورھم ، فھو امر جائز لاینبغی النھی عنہ لان الاعمال بالنیات ولکل امر ما نوی: یعنی ہم اس وقت کہتے ہیں کہ اگر اس (مزار پر چادر ڈالنے) سے عوام کی نظر میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ اس قبر والے کو بنظر

حقارت نہ دیکھیں جس پر کپڑا یا عمامہ رکھا گیا ہے اور یہ ارادہ ہو کہ غفلت کے شکار زائرین کے دلوں میں صاحب قبر کے تعلق سے ادب و احترام پیدا ہو کیوں کہ اولیاء کرام کی روحیں ان کے مزارات کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہیں اور عوام کے قلوب ان کے ادب و احترام کے جذبے سے خالی ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں مزارات پر چادر یا عمامے رکھنے میں کوئی حرج نہیں یعنی یہ امور جائز ہیں جن سے روکنا مناسب نہیں اس لئے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہ ہے جس کی وہ نیت کرے۔(کشف النورعن اصحاب القبور۔ص ۱۴)

اس تفصیل کو پڑھنے کے بعد معترض پر یہ امر روشن ہو گیا ہو گا کہ مزارات اولیاء پر چادر مستحب جان کر ہی ڈالی جاتی ہے فرض یا واجب جان کر نہیں لہٰذا پھر ہم معترض سے یہی کہیں گے کہ معمولات اہلسنت کو لیکر بدگمانی سے بچئے اور دوسرے کو بھی بچائیے ممکن ہے اس سے آپ پر ہدایت کا چراغ روشن ہو جائے اور دائمی سکون نصیب ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سوال نمبر-20) یعنی بیسواں اعتراض: کیا کسی دیوبندی عالم کی کتاب میں ہے معاذ اللہ اگر رسول ﷺ کا نماز میں خیال آجائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور گدھے اور خچر وغیرہ کا خیال آجائے تو نماز ہو جائے گی، ایسا لکھنے والا مولوی کا نام اور اس کی کتاب کا بھی نام بتایا جائے ایسا لکھنے والا مولوی کو جو مسلمان کہے اسکا کیا حکم ہے یعنی کہنے والا وہ مسلمان رہے گا یا کافر و جائے گا؟ دلیلوں کے ساتھ جواب دیا جائے۔

جواب: معترض صاحب! الفاظ کو پھیر بدل کر آپ کسی کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں مگر اپنے خبیث عقیدے کو چھپا نہیں سکتے یہاں آپ نے عبارت بدل کر جس طرح حکم شرع کا مطالبہ کیا ائے کاش اصلی عبارت نوٹ کر کے اس کی قباحت وخباثت کو واضح کرتے! کاشکہ آپ اسی طرح تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ، رسالہ یکروزی، تقویۃ الایمان، تفسیر بلغۃ الحیر ان، آب حیات، جیسی کتابوں کی عبارات ملعونہ پر فتویٰ طلب کرتے تو شاید ہم یہ سمجھتے کہ آپ ابھی تک کسی دھوکہ کے شکار ہیں مگر یہاں تو آپ صاف طور پر شکار کے لئے نکلے ہیں اس لئے آپ کسی رعایت کے حقدار قطعی نہیں ہیں لہٰذا اچھا غالب کا یہ شعر گنگنا کر خود کو تھوڑی تسلی دے لیجئے۔ ع۔

ہوئے جو مر کے رسوا ہم کیوں نہ ہوئے غرق دریا　　نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اب آیئے سب سے پہلے میں آپ کے اس دھوکے کا پردہ چاک کروں جس کو آپ نے بیجا اعتراض کا لباس پہنانے کی کوشش کی ہے۔دھوکہ یہ ہے کہ آپ نے اصل عبارت چھپا کر اپنی طرف سے ایک اعتراض گڑھ کر اس کا جواب مانگا اچھی بات ہے مگر دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ اصلی عبارت پیش کر کے اس پر جواب طلب کیا جاتا لیکن افسوس کہ اتنی تقیہ بازی بھی آپ کو شریعت کی زد سے بچا نہیں سکی کیوں کہ جس گمراہ کن عبارت کو آپ چھپانا چاہتے ہیں وہ بہت پہلے ہی چھپ چکی ہے اس لئے آپ کے پاس ماتم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لیجئے اس کی پوری تفصیل سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیجئے۔طائفہ وہابیہ دیوبندیہ کے سب سے بڑا سرغنہ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب اپنی مایہ ناز کتاب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:"صرف بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود است (صراط مستقیم فارسی ص ۹۶ مطبوعہ دیوبند) یہ فارسی کی عبارت ہوئی اب اردو کی عبارت بھی سن لیجئے۔اور (نماز میں اپنے شیخ یا) اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے (زیادہ) برا ہے،،۔(صراط مستقیم اردو ص ۶۷ مطبوعہ کتب خانہ حمیدیہ دہلی) اصل عبارت یہ ہے جو درج ہوئی لیکن آپ نے جو کچھ بیان کیا وہ اس عبارت کا مفہوم ومفاد ضرور ہے۔اب آپ اپنی مسئولہ عبارت پر جواب طلب کرنے سے قبل ہمارے اس سوال کا جواب دیدیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کی اس عبارت پر شرعا کیا حکم عائد ہوتا ہے اور اس کا اعتقاد رکھنے والا دین وایمان کے کس معیار پر ہے؟ ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ اس میں شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گستاخی ہے یا نہیں؟

آپ پر لازم تھا کہ صرف اس عبارت پر اکتفا نہ کرکے بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کا یہ عقیدہ بھی ان کی کتاب تحذیر الناس سے اٹھا کر نقل کر دیتے۔،،سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں،،۔(تحذیر الناس ص ۳) ,,بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب

بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے،، (ص ۱۴) ,, بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے،،۔(ص ۲۵) اس کے ساتھ مولوی اشرفعلی تھانوی کا یہ عقیدہ بھی اس کی کتاب حفظ الایمان سے پیش کر دیتے۔ ''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان ص ۱۵) اور اسی کے پیچھے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب براہین قاطعہ مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی سے یہ عبارت بھی چسپاں کر دیتے۔ ''الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے،، (براہین قاطعہ ص ۵۵)

ان مذکورہ عبارات نقل کرنے کے بعد آپ حکم شرعی دریافت کرتے کہ جو ایسا کہے اس کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اور جو ایسا کہنے والے مولویوں کو مسلمان کہے اس کا کیا حکم ہے؟ وہ مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا؟ ۔مگر آپ سے یہ جرأت اس لئے صادر نہیں ہوگی کیوں کہ آپ کی جماعت کے اکابر کی یہ کفریات آپ سب کے ذہن ودماغ میں رچ بس گئی ہیں جن کو تمام دیوبندی عین ایمان سمجھتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

یہ ہے دین کی تقویت اس کے گھر کہ مستقیم ہے صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے

یقیناً یہ حقیقت معترض صاحب کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ انھیں کفریات کے سبب ان کے قائلین ومائلین اور مصدقین وحامیین پر علماء حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ دیا اور صاف کہہ دیا کہ من شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔ جو آج بھی حسام الحرمین علی

منحرالکفر والمین ۔ کی صورت میں دنیائے اسلام کو ان کے کفریات کے قعرِ مذلت میں گرنے سے بچنے کی تاکید کررہا ہے۔

الحمدللہ یہاں تک ہم نے دیوبندیوں کے ان بیس سوالات کے مدلل جوابات تحریر کردیئے جن کو انھوں نے بلاکسی نام و پتہ کے چھاپ کرعوام میں بانٹ کر یہ تأثر دینے کی کوشش کی تھی کہ ہم لوگ سنیوں سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں لیکن سنی علماء ہمارے ان سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہیں اس لئے وہ مناظرہ سے بھاگ رہے ہیں۔ دیوبندیوں کا مقصد حالانکہ صرف شرارت کرنا تھا مگر ان کا اندازہ غلط نکلا کیوں کہ اس کے بعد سے اہلسنت کے اِس ادنیٰ خادم نے جس تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اس سے ان کے ہوش ٹھکانے آگئے اور ہماری ہزار کوششوں کے باوجود وہ اپنی بلوں سے اب تک باہر نہیں نکلے ہیں، جبکہ ہماری طرف سے اب بھی بار بار ان بدباطنوں سے مناظرہ کا مطالبہ ہورہا ہے مگر اُدھر مہرِ سکوت طاری ہے پھر بھی ہمیں انتظار ہے کہ وہ کسی طرح میدان مناظرہ میں آئیں اور اپنے باطل قصر و قلعے کی تباہی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں ان شاء اللہ۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔

کتبہ

الراجی عفو ربہ القوی محمد احمد رضا قادری رضوی مصباحی حنفی دیناج پوری غفرلہ

مولانا الیاس اشرفی دارالمطالعہ

رضا منزل، کنتھی گچھ، علاقہ داناپاڑا، چوپڑا، اتر دیناجپور

۲۹/ جنوری ۲۰۱۶ء

ہدیۂ تشکر

میں اپنے ان تمام احباب کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب طبع ہو کر منظر عام پہ آسکی بالخصوص خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد شاعر رضا رضوی صاحب قبلہ استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف حضرت مولانا منصور عالم رضوی صاحب قبلہ استاذ جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کالپی شریف حضرت مولانا غلام معصوم رضوی صاحب قبلہ دیگا بنا ہاٹ اتر دیناجپور بنگال حضرت مولانا خیبر عالم رضوی صاحب قبلہ استاذ دارالعلوم ضیائے مصطفےٰ کانپور حضرت قاری منہاج رضا صاحب قبلہ استاذ جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کالپی شریف عالی جناب عامر صاحب کانپور حضرت مولانا حامد رضا صاحب قبلہ لودھیانہ وغیرہم قارئین سے بھی گزارش ھے کہ ان حضرات کے حق میں خصوصی دعا فرمائیں۔